رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۶ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۶

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا
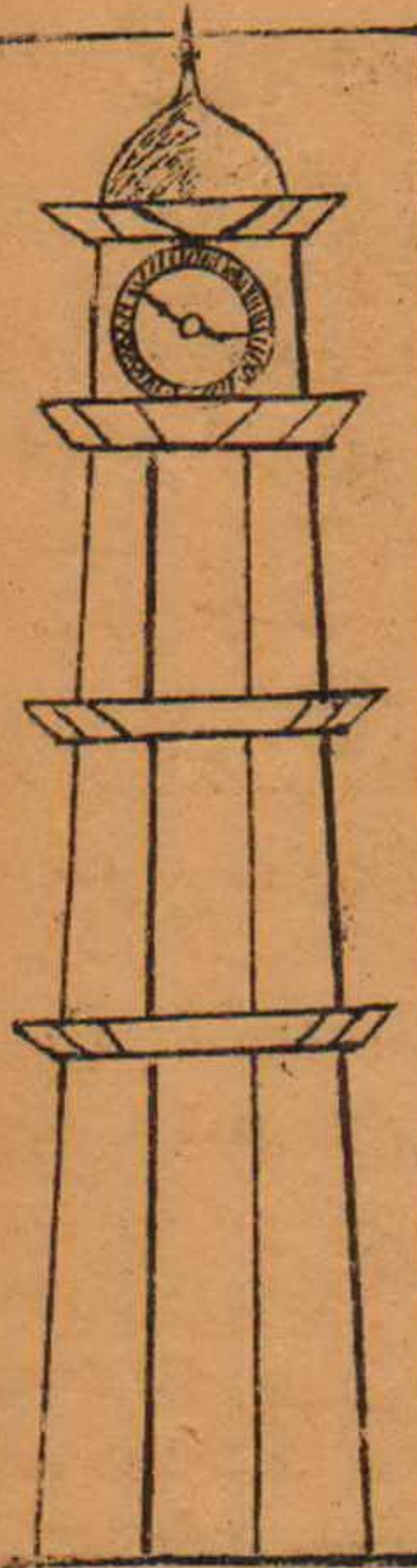
الحکم

قادیان

ہفتہ وار

دور جدید

بیا در بزم مستان تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہار در قادیاں بینی ٭ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے ... ما ر
امراء و عہدیداروں سے صہ
معاونین سے ۔ ...
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ...

مدینۃ المسیح
ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲ ر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی | مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد نمبر ۳۸ | ۱۶ و ۲۳ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ و ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء | نمبر ۴۱ و ۴۲

مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ لاہور کے سخت ریمارکس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق نکتہ چینی کو سخت قابل اعتراض قرار دیکر حذف کر دیا گیا

سشن جج نے غیر مناسب زبان استعمال کی فیصلہ میں غیر متعلق باتیں داخل کریں

واقعات صحیح طور پر بیان نہیں کئے۔ قادیان میں قانون شکنی اور قتل و غارت کے الزام لگانا بہت بڑی جسارت ہے

لاہور ۱۱ر نومبر۔ مسٹر جسٹس کولڈ سٹریم نے آج مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے اس فیصلہ کے متعلق جو اس نے مولوی عطاء اللہ صاحب کے مقدمہ میں کیا تھا۔ اپنا فیصلہ سنا دیا۔ فاضل جج نے فیصلہ کے متعلق بحیثیت مجموعی اپنی رائے یہ ظاہر کی کہ فیصلہ ایسی زبان میں نہیں لکھا گیا۔ جسے موزوں اور مناسب کہا جا سکے۔ نیز اس رائے کا بھی اظہار کیا۔ کہ بعض ایسی باتیں فیصلہ میں آگئی ہیں۔ جو ہرگز فیصلے کا حصہ نہیں ہونی چاہیئے تھیں۔ فاضل جج نے اس بات پر زور دیا کہ فرقہ وارانہ مقدمات کے فیصلوں میں زبان خاص طور پر محتاط ہونی چاہیئے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہی منافرت جس کے دبانے کے لئے مقدمہ چلایا گیا۔ ایسے فیصلہ سے اور زیادہ بڑھے۔ فاضل جج نے کہا

چونکہ حکومت کی طرف سے ہائیکورٹ میں نظر ثانی کی درخواست سزا کے بڑھانے کی غرض سے نہیں کی گئی۔ اس لئے میرے لئے ممکن نہیں۔ کہ میں شہادتوں کی تفصیلات میں جاکر واقعات پر تبصرہ کروں۔ میرے اختیارات اس مقدمہ میں دفعہ ۱۶۱ ۵ کی تنگ حدود میں ہی محدود ہیں اس دفعہ کے ماتحت قانونی بحث کرتے ہوئے فاضل جج نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ وہی جملے حذف ہو سکتے ہیں۔ جن کا اثر جج کی تجویز کردہ سزا پر نہ پڑے۔ لیکن ساتھ ہی اس امر کو محسوس کیا کہ انصاف کا تقاضا ہے۔ کہ ایسے جملوں کے متعلق جو کہ اس دفعہ کے ماتحت حذف نہیں کئے جا سکتے اپنی رائے ظاہر کر دی جائے فاضل جج نے سب سے پہلے گورنمنٹ کی درخواست کے

متعلق رائے کا اظہار کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا۔ کہ گورنمنٹ کے متعلق سشن جج کی نکتہ چینی بے محل اور غیر ضروری ہے۔ اگرچہ یہ جملے حذف نہیں کئے جا سکتے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جائے۔ تو اس کا اثر سزا پر پڑیگا

جماعت احمدیہ کی درخواست کے متعلق فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ اگرچہ اس میں درج شدہ پہلے تین جملے قلمزن تو نہیں کئے جاسکتے لیکن جج ان خیالات کو بہتر طرز پر ادا کر سکتا تھا۔ فاضل جج نے جماعت احمدیہ کے متعلق نوزائیدہ فرقہ کے الفاظ کو دلآزار اور غیر ضروری قرار دیا۔

فاضل جج کی رائے میں سشن جج نے فیصلہ میں واقعات کو صحیح طور پر بیان کیا نہیں۔ شہادت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کسی غیر احمدی کو نظام جماعت احمدیہ کی فرمانبرداری پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ صرف احمدیوں ہی پر قانون کے اندر رہ کر اخلاقی دباؤ حسب ضرورت ڈالا جاتا ہے۔ فاضل جج نے اسٹامپ کے متعلق بھی اظہار رائے کیا۔ عبدالکریم کے واقعات کے متعلق فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ اس کی اپنی کرتوتیں ہی اس کی مشکلات کا باعث بنیں۔ فاضل جج نے فیصلے میں یہ بھی کہا۔ کہ لفظ Encompassed "قتل کی بیرکی"۔ کو حذف کر دینا چاہیئے کیونکہ اس سے ایسے شخص کی عزت پر حملہ ہوتا ہے۔ جسے اپنی بریت ظاہر کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ شہادت پر بحث کرتے ہوئے فاضل جج نے کہا۔ کہ مرزا صاحب (حضرت امیر المومنین) نے قاتل کے عمل قتل کی ہرگز تعریف نہیں کی۔ اگرچہ انہوں نے قاتل کے اس فعل کو بہ نظرِ استحسان دیکھا کہ اس نے جان کو خطرہ میں ڈالکر بھی سچ کو نہیں چھوڑا۔ قادیان میں قانون شکنی اور قتل و غارت کے الزام کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ شہادت سے جو نتیجہ سشن جج نے اخذ کیا ہے۔ وہ بہت بڑی جسارت ہے۔ اور بالکل ممکن ہے۔ کہ اگر اس کی بجائے کوئی اور جج ہوتا تو وہ اور نتیجہ نکالتا۔ لیکن اس جملے کو برقرار رہنے دیا۔

فاضل جج نے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سشن جج کی نکتہ چینی کو سخت قابل اعتراض ٹھیرایا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس حصہ کو فیصلہ سے حذف کر دیا جائے۔ "ٹانک وائن" وغیرہ کے ذکر کو بھی فاضل جج نے حذف کرنے کا حکم دیا۔

اسی طرح جہاں جہاں سشن جج نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام کے متعلق عام مسلمانوں کے خلاف دشنام دہی کا الزام لگایا ہے۔ ایسے سب جملوں کو حذف کر دیا

احرار کی شرارت اور دھوکہ دہی

۲۳ نومبر کو قادیان میں کوئی مباہلہ نہیں ہوگا

جیسا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اشتہار مورخہ ۷ نومبر ۱۹۳۵ء میں بدلائل واضح کیا گیا ہے۔ احرار مباہلہ کے نام کو ایک آڑ بنا کر قادیان میں اپنے ممنوعہ جلسہ کا انعقاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ قادیان میں ۲۳ نومبر کو مباہلہ ہوگا۔ حالانکہ ابھی تک مباہلہ کی شرائط اور تاریخ وغیرہ کے متعلق احرار نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اور نہ وہ کسی تصفیہ کیلئے تیار معلوم ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ہماری پیشکردہ شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ شرائط کے تصفیہ کے کم از کم پندرہ دن بعد مباہلہ ہوگا۔ اس لئے بہر حال ۲۳ نومبر کی تاریخ غلط ہے۔ کیونکہ آج ۱۱ نومبر ہو چکی ہے۔ اور ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ اسلئے بہر حال ۲۳ نومبر کو کوئی مباہلہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر باوجود اسکے احرار مباہلہ کی آڑ میں ۲۳ نومبر کو قادیان میں ہجوم کر کے آنا چاہیں۔ تو سوائے اسکے کہ کسی مزید اعلان کے ذریعہ مرکز کی طرف سے روکدیا جائے۔ اس دن احمدی احباب کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں قادیان پہنچ جانا چاہیئے۔ لیکن اگر احرار نہ آئیں۔ تو چونکہ ۲۳ نومبر کو کوئی مباہلہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اس صورت میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ناظر امور عامہ قادیان)

دعائے مغفرت

میرا لڑکا عزیزم عبدالقدیر خاں مورخہ   نومبر بوقت بارہ بجے شب تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں ہم سب کو رنج مفارقت دیکر اس جہان فانی سے کوچ کر گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نہایت جوشیلہ اور مخلص احمدی تھا۔ لاہور میں دو ماہ سے زیر علاج تھا۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار

(عبدالحی خاں۔ رخصتی پوسٹماسٹر کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور

سیرت المہدی کا ایک ورق

مؤدبانہ گذارش ہے۔ کہ پیشتر ازیں ذکر حبیب یا سیرت المہدی کے عنوان سے دو مضمون جناب کی خدمت میں ارسال کر چکا ہوں۔ جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکے ہیں۔ جس کے لئے میں آپ کا از حد مشکور ہوں۔ میں نے جو تہجد میں سورۃ فاتحہ اور درود شریف اور استغفار کے ..... پڑھنے کا طریق شائع کرایا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل کرم سے ان پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے۔ اس تحریر کی بنا پر پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں۔

بارہا مہمات عظیمہ میں مَیں نے ان کو پڑھا ہے۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنی حاجت کا اللہ تعالےٰ سے سوال کیا۔ اور اس نے اپنے فضل وکرم سے انکے ذریعے میرے حاجات کو پورا کیا ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا جو طریق بیان فرمایا ہے۔ اس کو برادران طریقت کے فائدہ کے لئے مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ تاکہ ہر ایک شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "دلی حضور سے اپنی نماز میں اس کا ورد کرنا اور اسکی تعلیم کو فی الحقیقت سچ سمجھ کر اپنے دل میں قائم کر لینا ---- تنویر باطن میں نہایت دخل رکھتا ہے یعنی اس سے انشراح خاطر ہوتا ہے۔ اور بشریت کی ظلمت دور ہوتی ہے۔ اور حضرت مبدء فیوض کے فیوض انسان پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور قبولیت الٰہی کے انوار اس پر احاطہ کر لیتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ ترقی کرتا کرتا مخاطبات الٰہیہ سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اور کشوف صادقہ اور الہامات واضح سے تمغہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور حضرت الوہیت کے مقربین میں دخل پا لیتا ہے۔ اور وہ وہ عجائبات اسکے غیبی اور کلام لاریبی اور استجابت ادعیہ اور کشف مغیبات اور تائیدات قاضی الحاجات اس سے ظہور میں آتے ہیں۔ جس کی نظیر اس کے غیر میں نہیں پائی جاتی"۔

(براہین احمدیہ ص ۵۲۵-۵۲۶)

پھر اس کے بعد سورۃ فاتحہ کے خواص اور تاثرات اور تجربات پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کہ یہ عاجز اپنے ذاتی تجربہ سے بیان کرتا ہے۔ کہ فی الحقیقت سورۃ فاتحہ مظہر انوارِ الٰہی ہے۔ اس قدر عجائبات اس سورۃ کے پڑھنے کے وقت دیکھے گئے ہیں۔ کہ جن سے خدا کے پاک کلام کا قدر و منزلت معلوم ہوتا ہے اس مبارک سورۃ کی برکت سے اور اس کی تلاوت کے التزام سے کشف مغیبات اس درجہ تک پہنچ گیا۔ کہ صدہا اخبار غیبیہ قبل از وقوع منکشف ہوئیں۔ اور ہر ایک مشکل کے وقت اس کے پڑھنے کی حالت میں رفع حجاب کیا گیا۔ اور قریب تین ہزار کے کشف صحیح اور رویا صادقہ یاد ہیں۔ کہ جو اب تک اس عاجز سے ظہور میں آ چکے۔ اور صبح صادق کے کھلنے کی طرح پورے بھی ہو چکے ہیں۔ اور دو سو جگہ سے زیادہ قبولیت دعا کے آثار نمایاں ایسے موقعوں پر دیکھے گئے جن میں بظاہر کوئی صورت مشکل کشائی کی نظر نہیں آتی تھی۔ اور اسی طرح کشف قبور اور دوسرے انواع و اقسام کے عجائبات اس سورۃ کے التزام ورد سے ایسے ظہور پکڑتے گئے۔ کہ جن کی نظیر پائی نہیں جاتی۔

(براہین احمدیہ ص ۵۲۸)

اس لئے التماس ہے۔ کہ آپ سورۃ فاتحہ کے خواص اور تجربات و تاثرات کو تحدیث بالنعمت کے طور پر اپنی اخبار میں شائع کر دیں۔ تاکہ جن لوگوں کو براہین احمدیہ کے پڑھنے کا موقعہ نہ ملا ہو وہ آپ کے اخبار سے فائدہ اٹھا کر آپ کو اور اس خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرماویں۔

> ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
> نور ہے نور اٹھو دیکھو سنا یا ہم نے
> آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
> لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اسکے علاوہ تین نسخہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے پہنچے ہیں۔ دو کا خود میں نے تجربہ کیا ہے۔ جو از حد مفید ہیں۔ اور تیسرے نسخہ کے بنانے اور استعمال کا موقع نہیں ملا اگر کوئی شخص چاہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے

(الف) گورداسپور کے مقدمات کے دوران میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولوی کرم دین ساکن بھیں ضلع جہلم کے درمیان چل رہے تھے۔ ایک دفعہ حضور نے عشاء کی نماز ختم کرنے کے بعد وتر اس طریقہ سے پڑھے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اور بعد میں ایک رکعت علیحدہ پڑھی۔ لیکن قنوت اس طرح سے نہیں پڑھا جس طرح ہم پڑھتے ہیں۔ میں جرأت نہ کر سکا کہ اس صورت کی تفصیل دریافت کر سکوں اس لئے خاموش رہا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ ضعف دماغ کے لئے کوئی نسخہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سونف اور دھنیا کے چاول نکال کر۔ یعنی دونوں کو کوٹ کر اوپر سے چھلکا دور کر دیا جائے۔ پھر خالص روغن گاؤ میں بریان کیا جائے۔ اور بعد میں چکی میں باریک پیسا جائے۔ اس کے بعد دیسی کھانڈ اس میں ملائی جائے۔ اور رات کو سوتے وقت ایک ہتھیلی کے برابر استعمال کی جاوے۔ لیکن بعد استعمال کے پانی نہ پینا چاہیئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ نسخہ میں نے اور میرے خاندان کے اکثر ممبروں نے استعمال کیا ہے۔ دماغ۔ بصارت اور تبخیر معدہ کے لئے مفید ہے۔ مثلاً سونف کے چاول ایک پاؤ۔ دھنیے کے چاول ایک پاؤ۔ ان دونوں کو ملا کر گھی میں بریان کیا جاوے۔ اور پھر خوب پیس کر دیسی کھانڈ ملائی جاوے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے استعمال کیا جاوے۔

(ب) دوسرا نسخہ اور اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ مرلی رام ایک کلرک میرے ماتحت کام کرتا تھا وہ ایک موقعہ پر اپنا کام پورا نہ کر سکا۔ میں نے سبب دریافت کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میری آنکھوں سے پانی بہتا ہے۔ جس کی وجہ سے میں اچھی طرح کام نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا۔ کہ تم ایک نسخہ بنا لو۔ جو مجھے حضرت مرزا صاحب سے پہنچا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

کہ (آنولہ۔ بلیلہ۔ ہلیلہ) اس کو اصطلاح طب میں ترپھلہ کہتے ہیں۔ یہ تینوں ادویات ہموزن ہوں مثلاً ایک ایک پاؤ لیکر کوٹ کر اس میں دو چند خالص شہد ملاؤ۔ اور ایک مرتبان میں ڈال کر اور سرپوش دیکر اوپر سے آٹا لگا دو۔ تاکہ وہ سرپوش اپنی جگہ سے الگ نہ ہو سکے۔ اور اکتالیس دن تک گندم کے اندر محفوظ جگہ پر رکھ دو۔

مثلاً ایک بوری گندم ہو۔ اس کے درمیان رکھ دو۔ بعد ایام مذکورہ کے مرتبان کو اپنے سرہانے رکھ چھوڑو۔ سوتے وقت ماشہ ایک ..... پاؤ دودھ سے استعمال کرو۔ انشاء اللہ تعالےٰ از حد مفید ہوگا۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ دو ہفتہ کے بعد خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے بالکل تندرست ہو گیا۔ اور آنکھوں سے جو ہر وقت پانی بہتا تھا۔ بالکل بند ہو گیا۔ اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔

(فالحمد للہ علیٰ ذالک)

(ج) تیسرا نسخہ سم الفار کا ہے۔ لیکن مجھے کبھی اس کے استعمال کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم اس کو لکھ دیتا ہوں۔ اگر کوئی دوست تجربہ کرنا چاہے تو کر کے دیکھ لے۔

ایک دفعہ میں حضور کے پاس مسجد مبارک میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ حضور نے سم الفار کے استعمال کا طریق فرمایا۔ کہ کو ندا دودھ کا (جس میں ہمارے ملک کے حلوائی دہی جماتے ہیں) لیا جاوے۔ اور اس کو جاگ لگائی جاتے ایک تولہ سم الفار باریک پیس کر اس پر چھڑکا جائے۔ اس طرح سے دہی کی صورت میں جم جائیگا۔ تو ایک بڑے چاٹورے میں ڈالکر اس کو خوب زور سے بلویا جائے (رڑکا جائے) جیسا کہ لسی اور مکھن کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ لسی کو کسی ایسی جگہ پھینک دیا جائے جس کو کوئی دوسرا نہ استعمال کرے۔ اس سے جو مکھن نکلے اسکو اتنا گرم کیا جائے۔ جیسا کہ گھی کی صورت میں

کیا جاتا ہے۔ پھر وہ گھی ایک شیشی میں ڈال کر حفاظت سے رکھا جائے۔ سردیوں کے دنوں میں رات کے وقت آدھ سیر دودھ میں ایک دو قطرہ کے برابر اس میں ڈال کر استعمال کیا جائے۔ نہایت مفید ہے۔ اگر کوئی دوست اس کو بنا دے تو از راہ عنایت مجھے ... بھی اطلاع دے میں بھی مشکور ہونگا۔ اور پبلک کو بھی فائدہ ہوگا۔ امید ہے۔ کہ آپ مضمون شائع کر کے مشکور فرمائیں گے۔ اگر کچھ اور باتیں بھی یاد آئیں۔ تو پھر عرض کرونگا۔ یار زندہ وصحبت باقی۔ والسلام۔

خاکسار

صوفی نبی بخش احمدی

قادیان دارالامان ۹/۱۱/۳۵

روایات

از جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر اخبار فاروق

مجھے جہاں تک حضرت کے افعال واقوال یاد ہیں۔ عرض کرتا ہوں۔

(۱)

۲۰ جون ۱۹۰۱ء کو پہلی دفعہ میں قادیان آیا۔ ۷ مارچ ۱۹۰۲ء کو میں نے خط کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا۔ کرنال میں میں ان دنوں تھا۔ میں نے حضورؑ کو خط لکھا۔ کہ زیارت کی اجازت دی جائے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا خط ملا۔ کہ حضرت نے اجازت دے دی ہے میں ۱۸ر جون کو کرنال سے چلا۔ ۱۹ر کو دہلی پہنچا چوہدری رستم علی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ جو بعد پنشن لیکر یہیں کام کرتے رہے۔ وہ دہلی میں کورٹ انسپکٹر تھے۔ کرنال کے قریب انبالہ میں سب سے پہلے یہی احمدی مجھے ملے تھے۔ میں نے ان سے سب کچھ معلوم کیا۔ کہ مراسم ملاقات مسیح موعودؑ کیا ہیں۔ ۲۰ر کو میں بٹالہ پہنچا۔ ۱۲ر بجے دن کے بروز جمعہ میں بٹالہ پہنچا۔ میں ایک اجنبی شخص تھا۔ میں نے ایک یکے والے سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ ایک آپ اور تین سواریاں ہو جائیں۔ تو پوری کر کے چلے چلینگے۔ غرض اسی انتظار میں ایک شخص غالباً تحصیل کا عرضی نویس میرے پاس آکھڑا ہوا۔ میرے تن پر ہندوستانی لباس تھا۔ اس نے مجھے اجنبی سمجھ کر تاڑ لیا۔ کہ یہ قادیان جانے والا ہے اس نے کہا۔ دوپہر ہے۔ جمعہ کا وقت ہے آپ میرے ساتھ چلیں۔ کھانا کھائیں۔ اور جمعہ وغیرہ پڑھیں۔ مجھے خیال ہوا۔ کہ اس کو مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہوئی۔ میں نے جواباً کہا کہ کھانے کی ضرورت نہیں۔ جمعہ مجھ پر فرض نہیں۔ کیونکہ میں مسافر ہوں۔ گرمی کا احساس نہیں۔ میں قادیان کا مشتاق ہوں۔ اس نے کہا۔ قادیان جانے سے پہلے جس شخص کو ملنا ضروری ہے اس سے مل لینے کے بعد قادیان جائیں۔ میں نے پوچھا۔ وہ کون۔ کہا مولوی محمد حسین بٹالوی۔ وہی جمعہ پڑھائینگے۔ آپ ان سے مل لینے کے بعد قادیان جائیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں محمد حسین صاحب سے ملنے کے واسطے اتنا سفر کر کے نہیں آیا۔ میں نے مرزا صاحب کی زیارت کرنی ہے۔ چونکہ میں نے بہت سٹڈی کی ہوئی تھی احمدیہ لٹریچر کی۔ اور محمد حسین کی حالت سے میں پہلے سے خوب واقف تھا۔ میرے پاس اس کا رسالہ اشاعت السنۃ برابر جایا کرتا تھا۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب سے ہمیشہ ملتا رہا ہوں۔ اس نے کہا کیونکر۔ میں نے کہا۔ رسالہ جات وغیرہ کے ذریعہ۔ اس نے مجھے مجبور کیا۔ میں نے نہ مانا۔ اس نے کہا۔ کہ میری ایک بات سن لو۔ وہ یہ۔ کہ مرزا صاحب کو ملنے سے پہلے۔ وہیں ایک بزرگ (مرزا امام الدین صاحب سے مراد تھی) رہتے ہیں۔ ان سے ضرور مل لیں۔ میں نے کہا دیکھا جائیگا۔ یہ کہہ کر میں یکے پر سوار ہوا۔ جس وقت قادیان کے قریب پہنچا۔ تو چند بے وضع سے آدمی مجھے ملے۔ کہنے لگے۔ کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا قادیان۔ ان میں سے ایک نے مجھے بہکانا چاہا۔ مگر وہ ناکام رہا۔ مغرب کے بعد میں مہمانخانہ پہنچا۔ اس وقت فلاسفر صاحب اس کے انچارج تھے۔ میرے پاس کوئی زیادہ سامان تو نہ تھا۔ کھانا کھایا اور بعد میں میں نے سوچنا شروع کیا۔ کہ حضرتؑ سے ملنے سے پہلے میں کس سے مل لوں۔ آخر میں پیر سراج الحق صاحب سے ملا۔ چونکہ پیر صاحب کے رشتہ دار کرنال میں رہتے تھے اس لئے باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے صبح کی نمازیں حضرتؑ سے ملانے کا وعدہ کیا۔ میں نے کہا اس وقت بھی کسی سے ملاؤ۔ مسجد میں آکر مولوی عبدالکریم صاحب سے انہوں نے تعارف کرایا۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر میں واپس چلا آیا۔ ایک کتاب قیامت نامہ جو کہ پرانی کتاب ہے۔ میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ اس میں اکثر مہدی کا ذکر آیا کرتا تھا۔ مجھے اُمنگ ہوتی۔ کہ خدا کرے۔ مہدی کا زمانہ پالوں۔ اور اسے دیکھ لوں۔ وہ خزانوں کا تقسیم کرنے والا ہوگا۔ ہمیں بہت کچھ ملیگا۔ میں مہدی کے اس نقشہ کو دل میں رکھے ہوئے تھا۔ صبح ہوئی اذان ہوئی۔ پیر صاحب تشریف لائے۔ اور مجھے ساتھ لیکر مسجد کی طرف چلے۔ خونی مہدی کی داستانیں سن سن کر میرے دل میں ایک خوف بیٹھا ہوا تھا۔ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضور اقدس دفعتہً مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے چہرہ کی طرف ایک نظر سے میرے سارے خوف جاتے رہے سارے شکوک رفع ہو گئے۔ اور دل چاہا۔ کہ آپ سے لپٹ جاؤں۔ آپ نے پہلی بات جو کہی یہ تھی۔ "کہ آپ کو سفر کی بہت تکلیف ہوئی آپ نے بڑی قربانی کی خدا کی راہ میں"۔ میں حیران تھا۔ کہ میں کوئی کوہ قاف سے تو نہیں آیا کس قدر قدر دانی ہے۔ آہا۔ پھر پوچھا۔ آپ وہاں اکیلے ہیں۔ کہا ہاں حضور۔ فرمایا آپ وہاں سلسلہ کے متعلق کیا کرتے ہیں۔ عرض کیا۔ یہاں کے اشتہارات جو وہاں جاتے ہیں۔ میں ان کو خود پڑھتا ہوں۔ اور دوستوں کو سناتا ہوں۔ حضرتؑ نے پیر صاحب سے متوجہ ہوکر فرمایا۔ کہ یہ آپ کے ملک کے ہیں۔ آپ ان کے مزاج سے واقف ہونگے۔ ان کی مہمان نوازی آپ کے ذمہ ہے۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اسی اثناء میں ایک نابینا لڑکا یہ سنکر کہ حضرتؑ کھڑے ہیں۔ اٹھا اور اس نے آپؑ کا ہاتھ پکڑ کر السلام علیکم کہا۔ اور بہت لمبا قصہ بیان کرنے لگا۔ حضرتؑ اطمینان سے کھڑے کھڑے سنتے رہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے حکم دیا۔ کہ حافظ کو پکڑ لاؤ۔ مگر نابینا نے حضرتؑ کا ہاتھ نہ چھوڑا جب وہ حضرتؑ کے پاس بیٹھ گیا۔ تو اس نے ایک چونی نکال کر حضرتؑ کے سامنے نذرانہ پیش کیا۔ آپؑ نے جیب سے رومال نکالا۔ اور رومال میں چونی مضبوط باندھ کر خود حضرتؑ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پہلے تو اس نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اب حضور کی قدر دانی دیکھو۔ آپ نے خود پکڑا ہوا تھا۔ نماز کے بعد حضور جلدی سیر کے لئے تشریف لائے۔ مجھے پہلے سے پیر صاحب سے معلوم ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے یہ ہمیں بتلا دیا تھا۔ کہ فلاں فلاں وقت حضور سے بات چیت کر سکتے ہو۔ ہم مسجد کے نیچے کھڑے تھے۔ کہ اچانک شور ہوا۔ کہ حضور تشریف لاتے ہیں۔ مولوی صاحب خلیفہ اوّل بھی ساتھ ہو لئے حضرتؑ کی رفتار نہایت تیز ہوتی تھی۔ مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے تو آپؑ ان کا انتظار کرتے باہر جاکر حضرت بہت سی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ لوگ سوال کر دیتے۔ آپؑ تقریر شروع فرمادیتے۔ راستہ میں کسی نے بات نہ کی۔ میں دوڑ دوڑ کر حضرت کے ساتھ ساتھ رہتا۔ میں نے کہا حضور لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام دنیا میں کیونکر پھیلے گا۔ لیکن اس بستی کا ایک انسان کہتا ہے۔ کہ ایسا ہوگا بھلا لوگوں کو کیونکر آپ کی صداقت کا یقین آتے۔ آپؑ اس روز بسراواں کی راہ تشریف لے گئے تھے۔ اس دن آسمان پر ابر وغیرہ کچھ نہ تھا۔ حضور نے دوران گفتگو میں فرمایا۔ کہ خدا کے کاموں سے انسان واقف نہیں۔ یہ سب کچھ ضرور ہوگا۔ اور اسلام اپنی شان کے ساتھ پھر دنیا میں قبولیت حاصل کریگا۔ گو اس وقت یہ باتیں اچنبا معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک آسان ہیں۔ اور ضرور ہو کر رہینگی۔ دیکھو خدا ایک دم میں سب سامان پیدا کر دیتا ہے۔ لوگوں کو بارش کی خواہش ہوتی ہے۔ گرمی حد کمال تک پہنچ جاتی ہے۔ تو پھر باران رحمت کے سامان ایک دم آسمان پر نمودار ہونے لگتے ہیں۔ ابر آتا ہے۔ اور چھما چھم برسنے لگتا ہے۔ حالانکہ پہلے ایک ذرہ برابر بھی ابر نہ تھا۔ کہ ایک دم میں جل تھل ہو جاتا ہے۔ سو خدا کے لئے سامان پیدا کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ حضور نے جب یہ فرمایا۔ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ ابر وغیرہ کا کوئی نشان نہ تھا۔ کہ اتنے میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا ابر کا آیا۔ اور دیکھتے دیکھتے ہی وہ سارے

آسمان پر چھا گیا۔ حضور ابھی سیر کو ہی جا رہے تھے کہ یہ سب کچھ پیدا ہو گیا۔ حتیٰ کہ یک لخت موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ تو حضور نے کچھ اور چل کر بارش کی وجہ سے واپسی کا ارشاد فرمایا۔ اور واپس مکان کو آنے لگے۔ اور راستہ میں واپسی پر فرمایا کہ دیکھا ہمارا خدا ایسا خدا ہے۔ کہ آناً فاناً ابر بھی آ گیا۔ اور بارش بھی برس گئی۔ حالانکہ جب سیر کو چلے تھے۔ اس وقت بارش کا خیال یا ابر کا کوئی نشان نہ تھا۔ مگر ہمارے خدا نے یہ اس لئے دکھایا۔ کہ جس طرح ایسی صورت میں جبکہ کسی کو بارش کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ یکایک سامانِ باران ۔۔۔ کر کے بارش برسا دی۔ اسی طرح وہ غلبہ اسلام کے اور دنیا میں اسلام کے پھیلانے کے انسانوں کے وہم و گمان کے خیال ایسے اسباب پیدا کر دیگا۔ کہ دیکھ کر سب حیران رہینگے۔ غرض اسلام دنیا میں پھیلیگا۔ اور ضرور پھیلیگا۔ جس طرح اب بارش ہوئی جبکہ کوئی نشان بارش کا نہ تھا۔ اسی طرح خدا ترقیٔ اسلام کے سب سامان خارقِ عادت کے طور پر پیدا کر دیگا۔ مگر آج لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ کیا معلوم نہیں۔ ہمارا الہام ہے۔ کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے"۔

آپ نے اس پر رکوع تقریر فرمائی

واپس آ کر محض میرے سوال کا جواب دینے کے لئے بعد از مغرب یہ تقریر فرمائی۔ فرمایا خدا نے مجھے الہام کیا۔ تو بعض بادشاہ گھوڑوں پر سوار کر کے مجھے دکھلائے گئے تھے۔ جو کم سن بعمر دس بارہ سالہ نظر آتے تھے کیا اس وقت دیکھنے والا مان سکتا ہے۔ کہ بادشاہ بھی اس طرف رجوع کرینگے۔ مگر خدا کی باتیں پوری ہونگی۔ مجھے کامل یقین ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جیسے جب فتح مکہ کی پیشگوئی سنائی گئی۔ تو مخالف انکار کرتے تھے۔ مگر آنحضرت صلعم کو بہت یقین کامل سے معلوم تھا۔ کہ ایسا ہو گا۔ پس جب مکہ فتح ہو گیا۔ اور مکہ کے لوگ قید ہوئے۔ تو آنحضرت صلعم سے ان لوگوں نے عرض کی۔ کہ آج تو آپ بہت خوش ہونگے۔ جبکہ آپ کے دشمن پابہ زنجیر آپ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس دن کی آپ کو بہت آرزو تھی آپ صلعم نے فرمایا۔ کہ مجھے ۔۔۔ تو آج سے قبل یہ سارا واقعہ دکھایا گیا تھا۔ آج کوئی نئی بات تو نہیں دکھائی گئی۔ پس ایسا ہی مجھے بھی میرے خدا نے پہلے سے بتلا دیا ہے۔ کہ کون کون بادشاہ میری طرف رجوع کرینگے۔ مگر چونکہ وہ کم سن ہیں۔ اس لئے وہ بالغ ہونگے۔ اور مخالف دیکھینگے برکت ڈھونڈنا ہماری وفات کے بعد ہو گا۔ کیونکہ کپڑوں سے برکت اسی وقت ڈھونڈینگے۔ جب ہم دنیا میں نہ ہونگے۔ کیونکہ کپڑوں سے برکت اس وقت ڈھونڈی جاتی ہے۔ جب کپڑوں والا موجود نہ ہو۔

(۲)

ایک روز آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ۲۵ / جون ۱۹۰۲ء کی صبح کی سیر میں۔ کہ یہ لوگ جو مسیح ناصری ؑ کے آسمان پر سے نازل ہونے کے قائل ہیں۔ یہ بہت کم علم ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ حدیث میں نزول یا ینزل کا لفظ ہے۔ حالانکہ گئے ہوئے کی واپسی کے لئے نزول کا لفظ نہیں آتا۔ بلکہ رجوع کا لفظ آیا کرتا ہے۔ دیکھو یہ مدعیانِ حیات کیسے بے علم ہیں۔ پس فصیح العرب محمدؐ کے منہ سے گئے ہوئے آدمی کے لئے نزول کا لفظ زیب نہیں دیتا۔ نزول تو نئی چیز کے لئے کہا کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح آسمان پر نہیں گیا۔ پھر فرمایا۔ کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ مسیح موعودؑ کو میرا اسلام پہنچانا۔ یہ اس کے لئے کیسے ہو سکتا ہے مسیح آنحضرت صلعم کے پاس اتنی مدت رہے۔ اور کہا یہ کہ امت سلام کہے۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ مسیح کو پیغام دیا جاوے۔ کہ امت کو میرا اسلام کہنا۔ مولویوں کی نادانی کو دیکھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح آسمان پر موجود نہیں۔ ورنہ کبھی حضورؐ ایسا نہ فرماتے۔ کہ مسیح کو سلام کہنا۔ بلکہ آپ فرماتے کہ مسیح میرا اسلام امت کو پہنچا دے۔ حضورؑ کا کلام منتہی اور مبتدی سب کے لئے یکساں دلچسپ اور نورِ ایمان کا باعث ہوتا تھا

میں نے ایک ماہ بعد حضرت ؑ سے اجازت چاہی۔ کہ اب میں جانا چاہتا ہوں۔ تو آپ ؑ نے فرمایا ایک ماہ ہو گیا؟ عرض کیا حضور ہو گیا۔ فرمایا۔ اب آپ وہاں کیا کیا کرینگے۔ عرض کی جو حکم ہو۔ فرمایا دعائیں بہت کیا کریں۔ ہر ہفتہ مجھے دعا کے لئے یاد دلاتے رہا کریں۔ اور ہمارے دلائل لوگوں کو سناتے رہا کریں۔ تبلیغ اسلام میں مصروف رہیں۔ خدا آپ کی وجہ سے ضرور وہاں جماعت پیدا کر دیگا۔ مجھے پہلے سے بتایا جا چکا تھا۔ کہ تمہارے رشتہ دار تم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اتفاقاً جب میں گھر پہنچا۔ تو جس دن میں پہنچا تھا۔ میری بیوی کے بھائی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا دیکھینگے کس طرح آتا ہے۔ مگر حضرت اقدس کی صحبت کی وجہ سے مجھے کسی سے ڈر نہیں آتا تھا۔ دنیا کی حکومت شیر درندے میری آنکھوں میں ہیچ تھے۔ جب میں گھر پہنچا۔ دروازہ میں میرا سالہ سامنے کھڑا نہایت غصہ میں تھا۔ مگر واللہ میرا چہرہ کچھ ایسا منور تھا۔ جو ایکبار دیکھ پاتا۔ سمجھتا۔ کہ فرشتہ ہے۔ انسان نہیں۔ وہ لٹھ پیچھے پھینک مجھ سے لپٹ گیا۔ اور معانقہ کیا۔ میرا بسترہ اٹھا لیا۔ اور وہ اور میری بیوی ہر دو میری تواضع میں مصروف ہو گئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اور ان میں ایمانی جھلک دیکھ کر مجھے ان سے احمدیت کی امید پیدا ہوئی۔ چند ایک اور دوست بھی مجھے ملنے کے لئے آئے۔ کہ دیکھیں تو قادیان جانے سے حلیہ میں کیا فرق پڑا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ان لوگوں نے میری پہلی زندگی دیکھی ہوئی تھی۔ میں سوچنے لگا۔ آیا میرا اثر ان پر ہو گا یا ان کا مجھ پر۔ میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ نہیں۔ تمہارا ہی ان پر اثر ہو گا۔ میں ان سے ملا۔ واللہ وہ میری نظر سے نظر نہ ملا سکتے تھے۔ ایک شخص سراج الحق نامی جو ضلع گورداسپور میں پیری مریدی کا سلسلہ کرتا رہا تھا۔ وہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں تبلیغ کیا کروں۔ تو وہ اپنا کام کیا کرے اور کہتا کہ میں گورداسپور میں رہا ہوں میں مرزا سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ایکدن اس نے حضرتؑ کی بابت

کچھ بُرے لفظ لکھے۔ میں نے اس پر مقدمہ دائر کر دیا۔ وہ مقدمہ کی خبر سنتے ہی بھاگ کر اپنے باپ کے پاس جو تحصیلدار تھا چلا گیا۔ شنوم دت پنڈت مجسٹریٹ نے میرا بیان سننے کے بعد وارنٹ جاری کر دیا۔ اور مجسٹریٹ نے کہا۔ کہ ملزم کا پتہ بتاؤ تاکہ وہاں وارنٹ جاری کیا جائے۔ میں نے کہا کہ آپ مسل داخل دفتر کر دیں۔ جب آئیگا دیکھا جائیگا۔ خیر انہوں نے مسل داخل دفتر کر دی۔ اس کا باپ جو تحصیلدار تھا۔ اس نے میرے محلہ کے لوگوں کو لکھا۔ کہ تم میری طرف سے میر صاحب سے معافی مانگ لو۔ چند لوگوں نے معافی مانگی۔ میں نے اس شرط پر معاف کیا۔ میرے خلاف وہ یہاں کوئی لیکچر نہ کرے۔ معاہدہ ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد وہ سراج الحق بھی کرنال پہنچ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد جو ابھی مرتد نہیں ہوا۔ اور کرنال کے قریب ہی تراوڑی کا رہنے والا تھا۔ اور وہ آپ ؑ کی بیعت میں تھا۔ اس نے وہاں آ کر ایک تقریر کی۔ جو سب کے لئے یکساں تھی۔ میں حیران کہ یہ احمدی اچھا ہے۔ جس نے حضرت صاحب کا نام تک نہ لیا۔ آخر اس کے جائے قیام پر میں پہنچا۔ اور ان سے مکالمہ کیا۔ تو اس نے مجھے کہا۔ کہ مہدی کے وجود اور محمدؐ کے وجود کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ قرآن دنیا کو منواتا ہے۔ خیر معاملہ طے ہو گیا۔ وہ ایک دن رہ کر اپنے ہاں تراوڑی میں چلا گیا۔ مگر میں بھی اس کے پاس اس کے گھر پہنچ گیا۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ وہ سخت متمرد اور خود پسند متکبر انسان ہے۔ وہ ہر نماز میں چاہتا۔ کہ امام ہو۔ میں نے اس سے کوئی کتاب مسیح موعودؑ کی مانگی۔ تو اس نے مجھے عسل مصفیٰ دی اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ اس کے بعض حصے کاٹ کاٹ کر اپنی تفسیر کے مسودہ میں لگائے ہوئے تھے۔ میں اس سے سخت بیزار ہو گیا۔

ان دنوں میں بالکل بیکار تھا۔ مگر ایک دفعہ دہلی سے ایک غیر احمدی نے جو میرے بہت مہربان دوست اور ہمدرد تھے۔ جنکا نام فیض احمد خاں ہے۔ اور ابھی وہ خدا کے فضل سے زندہ دہلی میں متصل جامع مسجد چھتہ منگلو میں رہتے ہیں۔ مجھے لکھا۔ کہ یہاں ایک یتیم خانہ ہے اس کے لئے ایک سپرنٹنڈنٹ کی ضرورت ہے۔ آپ آ جائیں۔ میں وہاں دو تین سال ملازم رہا۔ اس ملازمت کے متعلق میں نے حضرت ؑ سے اجازت لے لی تھی۔ آپ ؑ نے فرمایا تھا۔ کہ یہ خدا کی طرف سے ہے فوراً ملازم ہو جائیں۔

جب زلزلہ کے اشتہار حضور نے دیئے۔ تو میں نے بھی وہ اشتہار چھپوا کر وہاں جامع مسجد میں تقسیم کروا دیئے۔ اشتہاروں کے تقسیم ہوتے ہی وہاں تو آگ لگ گئی۔ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اس مرزائی سپرنٹنڈنٹ کو یتیم خانہ سے نکال دو مگر یہ ذرا مشکل تھا۔ کیونکہ اس انجمن کا جس کے ماتحت یتیم خانہ تھا ڈپٹی کمشنر پریذیڈنٹ تھا۔ اور انجمن کا نام مؤید الاسلام تھا۔ اسکی منظوری کے بغیر کوئی ملازم۔ یتیم خانہ کا علیحدہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھے پرائیویٹ تکالیف دینی شروع کیں۔ تاکہ یہ یہاں سے نکل جائے۔ جب ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی

تو انہوں نے میرے محسن اور خیر خواہ دلی نواب فیض احمد خان صاحب سلمہ تعالیٰ کو کہا۔ جو یتیم خانہ کا ممبر تھا۔ اور اس نے ہی مجھے بلوایا تھا۔ اس نے مجھے رقعہ لکھا۔ کہ لوگ آپ کے مخالف ہیں۔ آپ یتیم خانہ کو چھوڑ دیں۔ مگر میں نے ان کو لکھا۔ کہ صاحب میں اپنی مرضی سے ملازم نہیں ہوا۔ میں حضرت کی مرضی سے یہاں ملازمت اختیار کی ہے۔ اور اسی کے حکم سے ترک کرونگا۔ نواب فیض احمد صاحب نے پھر مجھے لکھا۔ کہ اچھا آپ حضرت صاحب کو لکھیں۔ اگر وہ استعفیٰ کی اجازت دیں۔ تو آپ علیحدہ ہو جائیں۔ ورنہ ہم آپ کو کچھ نہیں کہینگے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ اور تمام حالات کا اظہار بھی کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ استعفیٰ دیدیں۔ تو میں نے فوراً استعفیٰ دیدیا۔ اور ساتھ ہی آپ کا خط مخفی کر دیا۔ پھر میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور دو ایک گاڑیاں کرایہ پر چلانے کے لئے خرید لیں۔ اور سلسلہ کے متعلق اشتہارات پر اشتہارات دینے شروع کئے۔ اور خوب ہی مناظرات وغیرہ ہوئے۔ احمدیت کا خوب چرچا ہوا۔

آخر ۱۹۰۵ء کو حضرت دہلی پہنچے۔ ہم نے الف خاں سیاہی والے کا مکان بکرایہ ۔/۵ ماہوار حضور کے قیام کے لئے لیا۔ مکان بہت عالیشان تھا۔ حضور کے ساتھ بہت سے دوست تھے۔ وہاں میں ایک احمدی تھا۔ اور ایک مرحوم ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گوڑیانی والے ریفارمیٹری سکول میں ملازم تھے اور شیخ محمد اسمٰعیل صاحب اسوقت احمدی تھے۔ صرف تین چار آدمی ہم وہاں احمدی تھے۔ ڈاکٹر صاحب ملازم تھے۔ شیخ محمد اسماعیل بھی ملازم تھے۔ ایک میں تھا جو فارغ اور غیر ملازم تھا۔ آپ کے ساتھ ۲۰ سے ۲۵ کے قریب مہمان تھے۔ حضور نے فرمایا۔ میر صاحب آپ نے کھانے کا انتظام کرنا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور یہاں کھانے کا انتظام فوراً ہو جاتا ہے آپ نے ایک مٹھی روپوں کی جیب سے نکال کر مجھے دی۔ باہر نکل کر میں نے روپے گنے تو ۲۵ / ۲۶ / تھے۔ میں نے کھانا پکوایا۔ مگر حضور کی آمد کی وجہ سے لوگ ہر ٹرین پر آنے لگے۔ ٹرینیں دہلی میں بہت زیادہ آتی تھیں۔ اس لئے مہمان بھی کثرت سے آتے تھے۔ روپے اگلے ہی دن ختم ہو گئے میں نے حضرت کے لئے الگ کھانا پکوایا۔ آپ نے اس میں سے شاید آدھی روٹی کھائی۔ اور وہ کھانا واپس کر دیا۔ آدھی روٹی جو بچی تھی وہ تو میں نے کھائی۔ اور باقی روٹی لوگوں میں تقسیم کر دی جب نماز کے لئے نیچے اترے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میر صاحب مہمانوں کے لئے کھانا ایسا ہی پکوایا تھا۔ میں نے مجزیہ کہا۔ نہیں حضور۔ آپ نے پوچھا اچھا وہ سالن لاؤ۔ جو باقی مہمانوں کے لئے پکایا ہوا تھا۔ میں نے دیا۔ آپ نے فرمایا (۱) مجھے روٹی سب مہمانوں کو کھلانے کے بعد بھیجیں (۲) اس سالن کا بقیہ دے بھیجا کریں (۳) میرے لئے خاص کھانا نہ پکوائیں۔ (۴) مہمانوں کی ضرورت کو پورا کرنا آپ کا فرض ہے۔ میں نے کہا۔ حضور ایسا ہی ہوگا انشاء اللہ مگر مجھے خرچ کا خطرہ ہوا۔ تو میں نے ۲۵-۲۶/ کا حساب لکھا ہوا آپ کے سامنے رکھ دیا۔

آپ نے تبسم کر کے فرمایا۔ میر صاحب میں حساب لینے کے لئے دنیا میں نہیں آیا۔ بلکہ خدا کے ساتھ لوگوں کو ملانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ حساب لکھنے کی تکلیف نہ فرمایا کریں۔ بلکہ اگر زیادہ محتاط رہنا ہے۔ تو میرے دیئے ہوئے روپے سارے کے سارے ایک جیب میں ڈال رکھا کرو۔ اس میں اور کوئی پیسہ نہ ڈالا کریں۔ جب ختم ہو جائے تو ہم کو کہدیا کرو۔ آخر حضور نے بہت سا روپیہ مجھے دیا۔ اور میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اسے خرچ کرنا شروع کر دیا۔ حضور کو ایک دن درد نقرس کی تکلیف ہو گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اول رض) کو تار دے دو۔ مرزا یعقوب بیگ حضور کے بالکل پاس بیٹھا کرتے تھے۔ وہ ہر روز بات حضور کی لکھتے جاتے تھے۔ حضرت نور الدین اعظم کو تار دیا گیا۔ آپ تار پڑھتے ہی مطب سے اٹھ کر سیدھے اڈے خانہ میں پہنچ کر یکے پر بیٹھ گئے اور کوئی سامان از قسم لباس یا بستر ساتھ نہ لیا۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ کسی قدر سردی بھی ہونے لگی تھی۔ مگر آپ معمولی لباس میں تھے۔ ایک چادر ایک کرتہ ایک تہبند باندھا ہوا تھا۔ علی الصبح دہلی سٹیشن پر آپ پہنچ گئے۔ میں آپکی ہیئت کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یہ خاص الخاص مشہور شخص ہے۔ کس حالت میں آرہا ہے۔ حضرت کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے مولوی صاحب کو مکان میں اوپر بلا لیا (ہم چند آدمی مولوی صاحب کے ساتھ حضور کی خدمت میں پہنچے۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت صاحب کے نیچے ایک توشک بچھی ہوئی تھی۔ یقین جانو۔ کوئی دس روپے کا نوکر بھی ایسی توشک نہیں رکھتا۔ اور ایک نہایت خستہ حال لحاف آپ کے پاس تھا۔ اور ایک معمولی تکیہ۔ میں آپ کا بسترہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپ چارپائی پر بیٹھے ہوئے اپنے پاؤں کا انگوٹھا پکڑے ہوئے تھے۔ آپ کی زبان سے لحظہ لحظہ کے بعد نکلتا تھا۔ پیارے اللہ۔ میرے اللہ۔ بس اور کچھ نہ آپ کی زبان سے سنائی دیتا تھا۔ آپ گرمیوں میں بھی گرم لباس رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت کی جیب میں کچھ پڑا ہوا ہے۔ جو حضور کو چبھتا تھا۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ تو اینٹ کا ایک روڑا تھا۔ میں نے نکال ڈالا۔ مگر آپ نے فرمایا نہیں وہیں جیب میں رکھ دو۔ یہ میاں (محمود) کا ہے وہ امانت دے گئے تھے۔ وہ مانگیں گے تو میں کیا دوں گا۔ خواجہ کمال الدین نے کہا۔ حضور اگر آپ اجازت دیں۔ تو آپ کے لئے ایک نیا لحاف تیار کروا لیں۔ فرمایا یہ تو میرا دس سالہ رفیق ہے۔ میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور تکیہ پر ایک غلاف سفید چڑھا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میر صاحب مجھے تو تکیہ کی ضرورت نہیں۔ میں تو اپنا بازو سر کے نیچے رکھ لیا کرتا ہوں۔ مجھے ہاتھ کے ذریعہ بڑا آرام پہنچتا ہے۔

کھانے کے وقت حسب معمول سالن کا بچا ہوا تلچھٹ آپ کو بھیجا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچار چاہیئے۔ میں نے گھر سے تیل والا اچار منگا لیا۔ آپ نے وہ اچار اور سالن تھوڑا سا اور دو روٹیاں وہاں بھیجیں۔ میں نے تیرہ روز آپ کو کھانا دیا۔ آپ آدھی ہی روٹی کھاتے آدھی میں کھا لیتا۔ اور ایک دوسرے مہمانوں کو بانٹ دیا کرتا۔ بس وہ کھانا ہی ہے جس کی وجہ سے مجھے قوتِ گویائی نصیب ہوئی۔ میری بیوی کو خدا نے توفیق دی۔ کہ میری بیوی تیرہ روز تک حضرت کی خدمت میں رہی۔ میں نے کہا۔ دیکھو مسیح موعود ہمارے گھر آگیا ہے۔ تم سے جتنی خدمت ہو سکے کر لینا۔ یہ موقعہ پھر نصیب نہیں ہوگا۔ وہ آپ کے ساتھ ہی رہا کرتی۔ آپ کی بھی نظر عنایت اس پر رہی۔ آپ وضو وغیرہ کے پانی نیز دیگر خدمات کے لئے بھی میری بیوی کو حکم فرماتے۔ میں نے اپنی بیوی کو کہا ہوا تھا۔ کہ حضرت کے ساتھ ہی نماز پڑھ لیا کرو۔ وہ ہر نماز کے وقت کہدیا کرتی حضور ہمارے لئے دعا۔ آپ نے ایک دن فرمایا۔ کہ اب یاد دلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے آپ لوگوں کا بہت خیال رہتا ہے۔

ایک دن میں نے کہا حضور مجھے قادیان آنے کی اجازت دیں۔ فرمایا۔ میں دعا کرونگا۔ خیر جس دن حضور واپس قادیان روانہ ہونے لگے۔ اور حضرت پلیٹ فارم پر دری پر بیٹھے تھے (حضرت صاحب نے ایک دن حکم دیا۔ کہ یہاں کے سب مزارات پر آج جانا ہے۔ گاڑیوں کا انتظام کریں۔ میری اپنی تین گاڑیاں تھیں۔ وہ تین گاڑیاں ضرورت کے لئے کافی ہوئیں)۔

حضرت گاڑی پر سوار ہوئے۔ اور چلے تو میں نے پوچھا۔ کہ کوئی چیز ساتھ لینی ہے۔ تو فرمایا۔ ایک بوتل دودھ کی ساتھ لے لیں۔ ولی اللہ وغیرہ دو تین مزاروں پر آپ بیٹھے۔ اور کچھ دیر آنکھیں بند کیں۔ اور پھر نظام الدین میں پہنچے۔ وہاں حسن نظامی موجود تھا۔ وہ مشتاق تھا۔ کہ حضرت اس کی دعوت کھائیں۔ آپ نے دعوت تو نہ کھائی۔ مگر کچھ دن وہاں ٹھیرے۔ حسن نظامی نے مراقبہ کے لئے کہا۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ آپ وہاں فرحاں اور اچھی حالت میں واپس آئے۔ حضرت نے بعد حسن نظامی کو قادیان سے ایک خط لکھا۔ وہ یہ۔ کہ میں نے ان بزرگوں کے حالات کو دیکھا ہے۔ خدا ان سے خوش ہے۔ (یہ وہی خط جو حسن نظامی نے چھپوا دیا تھا)

آپ سٹیشن پر بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کی۔ کہ حضور مجھے قادیان آنے کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے متواتر دعا کی ہے۔ مگر مجھے یہی بتلایا گیا ہے۔ کہ آپ کا دہلی میں رہنا زیادہ مناسب ہے۔ ابھی ایک سال ضرور یہاں رہیں۔ آپ کی وجہ سے تبلیغ ہو رہی ہے۔ خیر حضور قادیان تشریف لے آئے۔ میں ایک سال وہاں رہا۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں وہاں گیا۔ اور ۱۹۰۶ و ۱۹۰۷ء کے جلسوں میں میں آتا رہا۔ اور ۱۹۰۸ء کے جلسہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اس لئے میں نے زیادہ سے زیادہ آپ کو ایک مہینہ قادیان رہ کر اور تیرہ دن تک دہلی میں اور تین بار جلسوں میں میں نے آپ کی زیارت کی۔

ایک جلسہ میں میں نے اپنی ایک نظم حضور کو جلسہ میں سنائی۔ آپ کو بہت پسند آئی۔ اور آپ کی ہدایت کے مطابق جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ میں بھی وہ نظم میں نے سنا دی۔ آپ نے اسے بہت ہی پسند فرمایا۔ یہ پہلے سال کا واقعہ ہے۔ حضور بہت قدر افزائی فرماتے تھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

احرار خدا تعالیٰ کے خوف سے کام لیتے ہوئے مباہلہ کی شرائط طے کریں

بغیر شرائط طے کئے احرار کے قادیان آنیکی غرض مباہلہ نہیں بلکہ فساد کرنا ہوگی

اس کی ذمہ وار حکومت ہوگی یا احرار

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

احرار کوئی معین فیصلہ نہیں کرنا چاہتے

۲۰ راکتوبر ۱۹۳۵ء کو میں نے ایک پوسٹر اور ٹریکٹ شائع کیا تھا۔ جس کا عنوان "مجلس احرار کا مباہلہ کے متعلق ناپسندیدہ رویہ" تھا۔ مجھے امید تھی۔ کہ اس اعلان کے بعد مجلس احرار اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرکے سنجیدگی سے مباہلہ کی گفتگو کی طرف مائل ہوگی۔ مگر افسوس کہ میری امید کے خلاف مجلس احرار نے اپنے رویہ کو اور بھی ناخوشگوار بنا لیا ہے۔ اور بجائے صحیح طریق اختیار کرنیکے تحریف سے کام لینا شروع کر دیا ہے

میرا مضمون بالکل واضح تھا۔ میں نے لکھا تھا۔ کہ احرار نے اعلان کیا ہے۔ کہ انہیں میری سب شرائط منظور ہیں۔ اس اعلان کے مطابق انہیں میری سب باتوں کو جو اس بارہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ تسلیم کرنا چاہیئے اور ان باتوں میں سے بعض یہ ہیں:-

۱- مباہلہ میں پانچ سو یا ہزار آدمی بہ تراضی فریقین شامل ہوں۔ یعنی دونو طرف سے یا پانچ سو یا ہزار آدمی برابر تعداد میں شامل ہوں۔

۲- مقام مباہلہ لاہور یا گورداسپور ہو۔ لیکن بعد میں احرار کے اس مطالبہ پر کہ مقام مباہلہ قادیان ہو۔ میں نے لکھا کہ اگر احرار کو لاہور یا گورداسپور پر کوئی خاص اعتراض ہو۔ یا وہ قادیان میں اپنی شان دکھانا چاہتے ہوں۔ تو قادیان میں مباہلہ کیا جا سکتا ہے۔

۳- ایک کمیٹی دونو فریق کی سب شرائط کو طے کرے اور اس کے فیصلہ کے بعد:-

۴- ایک تاریخ جو فیصلہ کے پندرہ دن بعد ہو مباہلہ کے لئے مقرر کی جائے۔ میں نے اس امر پر روشنی ڈالی تھی کہ خالی منظوری کے اعلان سے ان امور پر روشنی نہیں پڑتی اور اس اعلان کی موجودگی میں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ احرار نے میری سب شرطوں کو منظور کر لیا ہے۔ بس دونو فریق کے نمائندے غیر معین شرائط کو معین کریں۔ اور تفصیلات کو طے کریں۔ اور بہ تراضیٔ فریقین مباہلہ کی تاریخ مقرر کی جائے۔ ورنہ خود ہی تاریخ مقرر کر دینا شرائط کو ماننا نہیں بلکہ ان کی ہنسی اڑانا ہے۔ اس قدر واضح اعلان کے بعد بھی میں دیکھتا ہوں۔ کہ احرار صحیح طریق نہیں اختیار کرتے

اور نہ جماعت احمدیہ کے خطوط کا جواب دیتے ہیں۔ اور نہ اپنی طرف سے شرائط طے کرنے کے لئے نمائندے مقرر کرتے ہیں۔ بلکہ صرف "مجاہد" اخبار میں اعلان کرتے چلے جاتے ہیں۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ کوئی معین فیصلہ نہیں چاہتے۔

میرے اشتہار کے جواب میں مسٹر مظہر علی صاحب اظہر نے جو بیان "مجاہد" میں شائع کیا ہے۔ اور جو تقریریں انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے چنیوٹ میں کی ہیں ان میں جو باتیں انہوں نے بیان کی ہیں۔ وہ ذیل میں درج کرکے میں انکا بھی جواب دیدیتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ احرار کن ہتھیاروں پر آ گئے ہیں۔

کیا شرائط کی منظوری اسی کا نام ہے؟

مسٹر مظہر علی صاحب نے چنیوٹ میں بیان کیا ہے کہ "میں نے قادیان جا کر کہا تھا۔ کہ مباہلہ قادیان میں ہونا چاہیئے۔ اور مرزا صاحب کی صداقت پر ہونا چاہیئے۔ اور مرزا محمود نے تسلیم کر لیا ہے" (مجاہد ۶ نومبر صفحہ ۲) اسی کے متعلق سید فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار نے بھی اپنی تقریر میں چنیوٹ میں کہا ہے۔ کہ "مرزا محمود نے مجلس احرار کو چیلنج دیا ہے۔ کہ آؤ مجھ سے مرزا کی نبوت پر قادیان آکر مباہلہ کر لو۔ زعمائے احرار نے مرزا محمود کے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے" (مجاہد صفحہ ۳)

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے چیلنج اس امر کا دیا تھا۔ کہ احرار جو یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرزا صاحب کے درجہ کو بڑھاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتی ہے۔ اس پر لاہور یا گورداسپور میں مباہلہ کر لیں۔ اس پر مجھے معلوم ہوا کہ احرار نے کہا ہے۔ کہ بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر بھی مباہلہ ہو۔ اور قادیان میں ہو۔ میں نے لکھا کہ اگر صداقت پر بھی مباہلہ کرنا ہے۔ تو بے شک یہ مباہلہ بھی ہو۔ مگر یہ مباہلہ الگ ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بانی سلسلہ احمدیہ کو بڑھا کر پیش کرنے کے متعلق الگ مباہلہ ہو اور قادیان کے متعلق لکھا۔ کہ اگر احرار کو لاہور یا گورداسپور پر کوئی خاص اعتراض ہے۔ تو وہ قادیان آ سکتے ہیں اب

ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ چنیوٹ کی تقریر میں صدر احرار کانفرنس نے قطعاً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

(۱) بانی سلسلہ احمدیہ کے دعوے کے متعلق مباہلہ کے چیلنج کو میری طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ چیلنج احرار کی طرف سے تھا۔ اور شاید مسٹر مظہر علی صاحب اظہر کو اپنے صدر کی تقریر یاد نہ تھی۔ کہ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ چیلنج خود انکی طرف سے تھا۔

(۲) صدر صاحب کہتے ہیں۔ کہ مرزا محمود نے قادیان آکر مباہلہ کرنیکا چیلنج دیا ہے۔ حالانکہ میں نے لاہور یا گورداسپور کا چیلنج دیا تھا۔ نہ کہ قادیان کا۔ اور اظہر صاحب نے اپنی تقریر میں اسکو بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ تجویز خود انکی طرف سے تھی۔

(۳) اظہر صاحب نے جہاں ان دو باتوں میں اپنے صدر صاحب کے بیان کی غلطی کھول دی ہے۔ وہاں اپنی طرف سے ایک غلط بیانی زائد بھی کر دی ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ "میں نے کہا کہ مباہلہ قادیان میں ہونا چاہیئے۔ اور مرزا غلام احمد کی صداقت پر ہونا چاہیئے۔ مرزا محمود نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ بے شک احرار قادیان میں ہی آکر ہم سے مباہلہ کر لیں"

اس فقرہ کو پڑھ کر ہر شخص یہی سمجھے گا۔ کہ گویا میں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ مباہلہ قادیان میں ہونا چاہیئے۔ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے متعلق ہی ہونا چاہیئے۔ نہ کہ ہتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ قلبی و نفسی کے الزام کے متعلق۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ گویا میں نے اصل بنائے مباہلہ کو ترک کر دیا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ میں نے کبھی اصل بنائے مباہلہ کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس میں نے تو یہ کہا تھا۔ کہ احرار اس لئے ہتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الزام کے متعلق مباہلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں میں سے تعلیم یافتہ طبقہ جانتا ہے۔ کہ احرار کا یہ الزام کہ بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کی ہے۔ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ لیکن پھر بھی ہم احرار کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی مباہلہ ہو جائے۔ بشرطیکہ

یہ مباہلہ پہلے مباہلہ کے علاوہ ہو۔ اور اس کے لئے الگ پانچسو آدمیوں کی تعداد دونو فریق کی طرف سے پیش کی جائے۔ لیکن لیڈر وہی ہوں۔ اب رہا مباہلہ میں شامل ہونیوالوں کی تعداد کا سوال۔ اس کے متعلق صدر احرار کانفرنس چنیوٹ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ:-

"۲۳ر نومبر کو زعمائے احرار اور ہزاروں مسلمان قادیان کے میدان مباہلہ میں پہنچ جائیں گے"۔ (مجاہد ۶ نومبر ص۲)

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مباہلہ نہیں بلکہ ہنگامہ کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ مسٹر مظہر علی صاحب اظہر بھی اپنے جواب میں کہتے ہیں۔ "پانچ سو اور ہزار کی شرط خود مرزا صاحب کی عائد کردہ ہے۔ ہمارے نمائندے ہزار سے بھی بہت زیادہ ہونگے"۔ (مجاہد ۵ر نومبر ص۲)

ان الفاظ سے واضح ہے۔ کہ میری بیان کردہ شرائط کو وہ صرف میرے لئے حجت قرار دیتے ہیں۔ اور خود ان پر کاربند ہونے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اخبار میں اعلان کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ انہیں میری سب شرائط منظور ہیں۔ اگر شرائط کی منظوری اسی کا نام ہے تو کوئی خدا کا بندہ یہ بتائے۔ کہ نامنظوری کسے کہتے ہیں؟

مباہلہ کرنے والوں کی فہرستیں

میں نے لکھا تھا۔ کہ ضروری ہے۔ کہ شرائط کے تصفیہ کے ساتھ مباہلہ کرنیوالوں کی فہرستیں بھی دی جائیں۔ تاکہ ان کے متعلق تحقیق کر لی جائے۔ اظہر صاحب کہتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو گیا۔ تو اس کا کیا علاج ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس کا علاج آسان ہے اور وہ یہ کہ دس یا پندرہ فیصدی نام مطلوبہ تعداد سے زیادہ دیدئے جائیں۔ اگر پانچ سو میں سے یا ہزار میں سے جتنی تعداد کا بھی فیصلہ ہو۔ بعض لوگ نہ بھی پہنچ سکیں۔ تو ان کی خالی جگہ زائد تعداد میں سے پر کر لی جائے۔ ہاں اگر اظہر صاحب کو یہ خیال ہو۔ کہ شائد وہ پانچسو کا پانچسو ہی نہ پہنچ سکے۔ تو پھر کیا ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ خدا تعالےٰ نے کا یہ معاملہ ہو۔ کہ پندرہ فیصدی سے زائد آدمی ریزرو رکھکر بھی انکے غیر حاضروں کی کمی پوری نہ ہو سکے۔ تو یہی سمجھا جائیگا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس قوم کو مباہلہ سے بھی پہلے پکڑ لیا ہے۔ ورنہ دس پندرہ فیصدی کی اتنی تعداد ہے۔ کہ تمام حالات میں اس قدر آدمیوں کا ایسے اہم کام کیلئے پختہ وعدہ کر کے نہ پہنچ سکنا ایک خلاف عقل بات ہے۔ اور یا تو وہ لوگ عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس اس حد تک معذور ہو جائیں گے۔ یا پھر یہ سمجھا جائیگا کہ دین کے لئے قربانی کرنے کا ان میں مادہ ہی نہیں۔ اور یہ خود ان کے باطل ہونیکا ایک ثبوت ہوگا۔ شائد اظہر صاحب کو اپنا پہلا فقرہ یاد نہیں رہا۔ اس لئے وہ ساتھ یہ فقرہ بھی لکھ گئے ہیں۔ کہ "ہم اپنی طرف سے انکی ہزار کی شرط کو بھی منظور کر چکے ہیں"۔ (مجاہد ۵ نومبر ص۲) یہ عجیب لطیفہ ہے۔ کہ اپنی نسبت تو وہ لکھتے ہیں۔ کہ پانچسو یا ہزار کی شرط مرزا محمود کی عائد کردہ ہے۔ ہمارے نمائندے ہزار سے بھی بہت زیادہ ہونگے۔ اور ہماری نسبت لکھتے ہیں۔ کہ ہم انہیں پانچ سو یا ہزار کا پابند نہیں کرتے۔ بلکہ جس قدر آدمی انکو مل سکیں۔ وہ لے آئیں۔ جب دونو فریق کو ہی انہوں نے اس شرط سے آزاد کر دیا تو اس فقرہ کے معنی ہی کیا ہوئے۔ کہ اپنی طرف سے ہم انکی ہزار کی شرط کو بھی منظور کر چکے ہیں۔ انہیں تو یہ لکھنا چاہئیے تھا کہ ہم اس شرط کو دونو فریق پر سے اڑا چکے ہیں؟

احرار کا تاریخ مباہلہ مقرر کرنا

میں نے اعتراض کیا تھا۔ کہ احرار کو ۲۳ر نومبر کی تاریخ مقرر کرنے کا حق حاصل نہیں۔ ان کے اس اعلان کے بعد کہ انہیں میری سب شرائط منظور ہیں۔ میرے شائع کردہ اعلان کی روشنی میں یا تو تاریخ مقرر کرنے کا حق مجھے حاصل ہے۔ یا دونو فریق کو مجموعی طور پر۔ اس پر مسٹر مظہر علی صاحب اظہر لکھتے ہیں کہ "شائد مرزا صاحب کو بھول گیا ہے۔ کہ وہ اپنے خطبہ مطبوعہ ۱۸ر اکتوبر میں کہہ چکے ہیں۔ کہ:-

"خدا تعالےٰ نے ان (احرار) کی گردن پکڑلی ہے۔ اس لئے کسی کو سامنے آنے کی جرات نہیں ہوئی۔ اگر ہمت ہے۔ تو سب کے سب سامنے آئیں"۔

اول تو اس فقرہ میں تحریف ہے۔ لیکن اسے درست سمجھ کر بھی میں ہر اردو دان شخص سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی اردو سے مس رکھنے والا شخص اس عبارت کے وہ معنے کر سکتا ہے۔ جو اظہر صاحب نے کئے ہیں۔ میں نے یہ فقرہ اس موقعہ پر استعمال کیا تھا۔ کہ احرار باقاعدہ سب لیڈروں کی طرف سے مباہلہ کو منظور کرنے کی بجائے ایک شخص کو قادیان بھیج دیتے ہیں۔ جو اپنی طرف سے ایک اعلان کر دیتا ہے۔ کیوں نہیں سب کے سب جو میرے مخاطب ہیں۔ اس کی منظوری کا اعلان کرتے۔ اس سے تاریخ کی تعیین کا حق احرار کو کہاں سے ملا؟

احرار کی دھینگامشتی

لطف یہ ہے۔ کہ میرے جس خطبہ سے یہ فقرہ چنا گیا ہے۔ اس کے آخر میں میرا یہ فقرہ بھی موجود ہے۔ کہ:-

"جب نہ کوئی تاریخ مقرر ہوئی۔ نہ شرائط طے ہوئے تو احمدی فرار کیسے کر گئے۔ فرار تو تب ہے۔ کہ شرائط طے ہو جائیں۔ وقت مقرر ہو جائے۔ اور پھر ایک فریق نہ آئے"۔ (الفضل ۱۸ر اکتوبر)

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ میرے نزدیک شرائط کا طے ہونا۔ اور اس کے بعد وقت کا مقرر کیا جانا دونو فریق کے اختیار میں رکھا گیا ہے۔ نہ کہ احرار کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ جو چاہو شرط پیش کر دو۔ اور جو چاہو۔ وقت مقرر کر دو۔ جب میرے نزدیک اب تک شرائط ہی طے نہیں ہوئیں۔ تو میں تاریخ سے کس طرح اتفاق کر سکتا ہوں؟

اسی طرح میرے خطبہ مطبوعہ ۶ر اکتوبر میں لکھا ہے:۔ "جو شرائط احرار پیش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پیش کریں تاکہ جلد سے جلد مباہلہ کی تاریخ اور مقام کی تعیین کا اعلان کیا جا سکے۔"

ان فقرات کی موجودگی میں اور بغیر اس کے کہ زبان ان معنوں کی اجازت دیتی ہو۔ جو میرے مذکورہ بالا فقرہ سے مسٹر مظہر علی صاحب اظہر نے نکالے ہیں۔ احرار کے لئے یہ حق نکال لینا۔ کہ وہ جو تاریخ چاہیں مقرر کر دیں۔ معقولیت نہیں بلکہ دھینگامشتی ہے؟

احرار کی ٹال مٹول کی وجہ

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ احرار کا اس قسم کی ٹال مٹول سے مطلب کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ احرار کو اس سال قادیان میں کانفرنس کرنے سے حکومت نے روک دیا تھا۔ جب انہوں نے میرا چیلنج مباہلہ پڑھا تو انہوں نے سوچا۔ کہ مباہلہ تو خیر دیکھا جائیگا۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ہم حکومت سے برسر پیکار ہوئے بغیر قادیان میں کانفرنس کر لیں گے۔ کیونکہ مباہلہ کا چیلنج جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے۔ اور ہم ان کے بلانے پر جائیں گے۔ حکومت ہم کو روکے گی نہیں۔ چنانچہ یہ امر دل میں رکھ کر انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ بغیر اس کے کہ شرائط تحریر میں آئیں۔ ہم مباہلہ منظور کر لیں۔ جب شرائط طے نہ ہوئی ہونگی۔ اور کئی باتیں عین موقعہ پر ایسی نکل آئیں گی۔ جن کی بنا پر مباہلہ سے انکار کیا جا سکے گا ہاں اس بہانہ سے قادیان میں کانفرنس کرنیکا موقعہ مل جائیگا۔

تاریخ مباہلہ کے اس قدر عرصہ پہلے اعلان کرنے سے غرض یہ تھی۔ کہ اگر وہ میری شرط مانتے۔ کہ شرطیں طے ہونے کے بعد تاریخ مقرر کی جائے۔ اور پندرہ دن کی مہلت دی جائے۔ تو اس صورت میں انہیں اپنا انتظام کرنا۔ اور ہنگامہ کے لئے لوگوں کو جمع کرنا مشکل ہوتا۔ اب انہوں نے قریباً ڈیڑھ ماہ پہلے آپ ہی تاریخ مقرر کر دی۔ تاکہ اس عرصہ میں لوگوں کو آمادہ کر کے کانفرنس کی تیاری کر لیں؟

یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ ان کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں:-

(۱) احرار اپنی تقریروں میں لوگوں کو ۲۳ر نومبر کے دن قادیان پہنچنے کے لئے کہہ رہے ہیں اور عام تحریک کی جا رہی ہے۔ کہ لوگ اس دن ہزاروں کی تعداد میں قادیان پہونچیں؟

(۲) اس خیال سے کہ شائد بہت سے لوگ مباہلہ کے نام سے قادیان جانے کے لئے تیار نہ ہونگے۔ اس امر کی بنیاد رکھی جا رہی ہے کہ ایک جماعت ایسی ہوگی جو صرف مباہلہ کو دیکھنے آئیگی۔ چنانچہ مسٹر مظہر علی صاحب اظہر اپنے جواب میں لکھتے ہیں۔ کہ:-

"مجلس مباہلہ کا انتظام جس طرح مرزا محمود فرمائیں ہمیں منظور ہوگا فقط یہ احتیاط چاہیئے۔ کہ مباہلین کو دیکھنے والے لوگوں کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے"۔ (مجاہد ۵ نومبر ص۲)

اس عبارت سے اور احرار کی تقریروں سے جو وہ باہر کر رہے ہیں صاف ظاہر ہے۔ کہ پبلک کے کچھ حصہ کو یہ کہہ کر قادیان آنے کی تحریک کی جا رہی ہے۔ کہ وہاں چل کر مباہلہ دیکھنا۔ تاکہ مباہلہ کی آڑ میں ایک بڑا اجتماع کر کے ممنوعہ کانفرنس کی جا سکے۔ بلکہ نظارہ بینوں کے لئے روک نہ ہونے کے مطالبہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت فساد کرنے کی صورت بھی مدنظر ہے؟

(۳) قادیان کے ارد گرد کے دیہات میں احرار کی طرف سے لوگ جا کر کہہ رہے ہیں۔ کہ ۲۳ر نومبر کو مباہلہ بھی ہوگا۔ اس دن لوگ مباہلہ دیکھنے کے لئے جمع ہوں۔ اس دیدار نمائی کی تحریک کے اس کے سوا کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ لوگ جمع ہو جائیں اور کانفرنس کی جا سکے۔ اور ہو سکے۔ تو کچھ فساد بھی کھڑا کر دیا جائے ورنہ مباہلہ میں نہ لمبی چوڑی تقریریں ہونی ہیں۔ کہ ان کے سننے کے لئے لوگوں کو بلایا جا رہا ہے۔ اور نہ وہاں کوئی تماشا ہونا ہے۔ کہ جس کے دیکھنے کے لئے علاقہ کے لوگوں کو جمع کیا جا رہا ہے۔ مباہلہ ہو کر چھپ جائیگا اور لوگوں کو خود حالات معلوم ہو جائینگے؟

(۴) مگر ان سب دلائل سے بڑھ کر چوتھی دلیل وہ اشتہار ہے۔ جو "(مولانا) عنایت اللہ امیر مجلس احرار قادیان (ضلع گورداسپور)" کی طرف سے قادیان کے نواحی

علاقہ میں شائع ہو رہا ہے۔ اس اشتہار میں چندہ کی اپیل کی گئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ:-

"پچھلے سال قادیان میں جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں نصف لاکھ کے قریب مسلمان جمع ہوئے تھے۔ حالانکہ کانفرنس کا پہلا سال تھا۔ اس سال ان شاء اللہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان قادیان میں جمع ہونے والے ہیں"

اس اشتہار سے صاف ظاہر ہے کہ قادیان میں مباہلہ کے لئے نہیں بلکہ کانفرنس کے لئے احرار آرہے ہیں۔ اور یہ حد درجہ کی گری ہوئی بات ہے۔ کہ وہ مباہلہ اور ہماری دعوت اس رنگ میں استعمال کرنا چاہتے ہیں

احرار کی قادیان میں فساد پیدا کرنے کی نیت

غرض مذکورہ بالا باتوں سے ثابت ہے۔ کہ احرار کی اصل غرض مباہلہ نہیں۔ بلکہ کانفرنس کا انعقاد ہے اور قادیان میں مباہلہ ہونے پر اصرار بھی اسی وجہ سے ہے مگر قادیان ہمارا مقدس مقام ہے۔ ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد اس کو سب دنیا سے زیادہ عزیز جانتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کر سکتے۔ کہ اپنے ہاتھوں اسے فساد کی جگہ بنائیں۔ اسلام نے اس اصل کو تسلیم کیا ہے۔ کہ مقدس مقامات دوسرے لوگوں کی شرارتوں سے پاک رہنے چاہئیں پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم احرار کو کانفرنس کے انعقاد میں مدد دیں۔ اس لئے میں صاف لفظوں میں کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہم قادیان میں مباہلہ کے لئے تیار ہیں مگر کانفرنس کے لئے نہیں۔ اگر احرار کو فی الواقع مباہلہ منظور ہے تو

(۱) شرائط طے کرلیں۔

(۲) پھر ایک تاریخ باہمی طرفین مقرر ہو جائے۔ جسکی اطلاع حکومت کو بغرض انتظام دیدی جائیگی۔

(۳) اگر وہ قادیان میں مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو لوگوں کو جو عام دعوت انہوں نے دی ہے۔ اس کو عام اعلان کے ذریعہ سے واپس لیں۔

(۴) مجلس احرار ہمیں یہ تحریری وعدہ دے کہ مباہلہ کے دن اور اس سے چار دن پہلے اور چار دن بعد کوئی اور جلسہ یا کانفرنس سوائے اس مجلس مباہلہ کے دن بغرض مباہلہ منعقد ہوگی۔ وہ منعقد نہیں کریں گے اور نہ جلوس نکالیں گے اور نہ کوئی تقریر کریں گے اور یہ تحریر مجاہد میں بھی شائع کردی جائے۔

(۵) یہ کہ ان کی طرف سے مباہلہ کرنے والوں کے سوا جن کی فہرست ان کو پندرہ دن پہلے سے دینی ہوگی کوئی شخص باہر سے نہ تحریری نہ زبانی بلایا جائیگا نہ وہ (اس صورت میں کہ انہیں ہماری ضیافت منظور نہ ہو) کسی کی رہائش کا یا خوراک کا جماعتی حیثیت میں یا منفردانہ حیثیت میں مذکورہ بالا نو ایام میں انتظام کریں گے

(۶) مباہلہ کی جگہ پر مباہلہ کرنے والوں اور منتظمین اور پولیس کے سوا اور کسی کو جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

اگر وہ مذکورہ بالا باتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو ہر حق پسند شخص تسلیم کرے گا۔ کہ احرار کی نیت مباہلہ کی نہیں۔ بلکہ اس بہانے سے قادیان میں کانفرنس کرنے کی ہے۔ پس میں یہ واضح طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس صورت میں ہم قادیان میں نہیں بلکہ گورداسپور یا لاہور میں مباہلہ کریں گے۔ وہاں وہ بے شک جس قدر آدمیوں کو چاہیں۔ بلالیں۔ گو اس صورت میں بھی مباہلہ کرنے والوں کے علاوہ دوسرے آدمیوں کو میدان مباہلہ میں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ میرے اس اعلان کے بعد بغیر شرائط طے کئے کے اور بغیر ایسی تاریخ مقرر کئے کے جو دونوں فریق کی رضامندی سے ہو۔ اگر احرار ۲۳،۲۲ نومبر یا کسی اور تاریخ کو قادیان آئیں۔ تو اس کی غرض محض کانفرنس ہوگی۔ نہ کہ مباہلہ۔ اور اس صورت میں اس کی ذمہ واری حکومت پر ہوگی۔ یا احرار پر۔ جماعت احمدیہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

ایک افتراء کی تردید

مباہلہ کے متعلق تو جو کچھ میں نے لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ مگر میں ایک اور افتراء کی بھی جو مظہر علی صاحب اظہر نے میری نسبت اور میرے بھائیوں کی نسبت کیا ہے۔ تردید ضروری سمجھتا ہوں۔ مسٹر اظہر صاحب نے اپنے جواب میں میرے خطبہ سے ایک فقرہ جو ذیل میں درج ہے۔ نقل کیا ہے "تحریریں صرف حضرت مسیح موعود کی ہوں۔ کسی اور احمدی کی نہ ہوں۔ کیونکہ اور احمدیوں سے بعض دفعہ غلطی بھی ہو جاتی ہے ہر حال دوسروں کی تحریر حجت نہیں ہو سکتی۔" (الفضل مطبوعہ ۱۷ اکتوبر)

اس فقرہ کو نقل کر کے مسٹر مظہر علی صاحب اظہر لکھتے ہیں۔ کہ "اس عبارت میں مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کی اور ان کے بھائیوں اور متبعین کی تحریروں میں توہین رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توہین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ موجود ہے۔ چونکہ مرزا صاحب نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ اس لئے ہم نے انہیں مجبور نہیں کیا"

(مجاہد ۵ اکتوبر صفحہ ۴ کالم ۳)

میرا پہلا جواب تو اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ **لعنة اللہ علی الکاذبین**۔ اور یہ کہ اگر اس عبارت سے یہ مطلب نکلتا ہو۔ یا میرے دل میں کوئی بات ایسی ہو۔ تو اللہ تعالے کا عذاب مجھ پر اور میری اولاد پر نازل ہو۔ اگر مسٹر مظہر علی صاحب میں کوئی تخم دیانت باقی ہے۔ اور انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ فقرات لکھے ہیں۔ تو کیا وہ جرأت کریں گے۔ کہ وہ بھی ایک اعلان کر دیں۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مرزا محمود احمد اور اس کے بھائی اور جماعت احمدیہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کیا کرتی ہے۔ اور اس میں اقبال جرم ہے۔ اور اگر میں اس بیان میں لوگوں کو دھوکہ دیتا ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ کی مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر لعنت نازل ہو۔ اظہر صاحب کے لئے اس قسم کی لعنت کا اعلان کرنا بڑی بات نہیں۔ کیونکہ وہ جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر لعنت بھیجنا بھی کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اگر اپنے لئے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے انہوں نے لعنت طلب کرلی جس کا طلب کرنا اب ان پر واجب ہو گیا ہے تو یہ انہیں زیادہ گراں نہیں گذرنا چاہئے۔

مسٹر مظہر علی صاحب نے تحریف کی

دوسرا جواب میں یہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ اظہر صاحب صاحب نے اپنی سہولت کے لئے اس فقرہ میں تحریف کی ہے۔ میرا اصل فقرہ یہ ہے "اور احمدیوں سے بعض دفعہ غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ اور پھر ان کی غلطیوں کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن بہر حال دوسروں کی تحریر حجت نہیں ہو سکتی"۔

(الفضل مطبوعہ ۱۷ اکتوبر)

ناظرین دیکھیں۔ کہ مسٹر مظہر علی صاحب اظہر نے کس طرح تحریف سے کام لیا ہے۔ ایک نہایت ضروری فقرہ جو دو فقروں کے درمیان کا ہے۔ خاموشی سے اڑا دیا ہے۔ قرآن کریم میں تحریف ماننے والے لوگوں کے لئے یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ لیکن پھر بھی اس طرح اخبار میں دوسرے کے کلام کو محرف کر کے پیش کرنا انتہا درجہ کی دلیری ہے۔ اور عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ میرے مندرجہ بالا فقرے نے اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ چونکہ ہر شخص اعلےٰ پایہ کا نہیں ہوتا۔ اگر کبھی اس سے کوئی غلطی ہو جائے۔ تو وہ جماعت کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جبکہ اس کا علم ہونے پر جماعت اس سے برأت ظاہر کر دے۔ اس سے یہ کہاں سے نکلا۔ کہ میں نے اقبال کر لیا ہے۔ کہ مجھ سے اور میرے بھائیوں سے اور دیگر احمدیوں سے نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہوئی ہے۔ میں نے تو اپنے سابق اشتہار میں خدا تعالیٰ کی مؤکد بعذاب قسم کھائی تھی۔ کہ "رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الرسل اور سید ولد آدم تھے"۔ کیا آپ کی ہتک کرنے والا شخص یہ قسم اور مؤکد بعذاب قسم کھا سکتا ہے۔ یہ تو میری قسم ہے۔ اس کے علاوہ مباہلہ کے جو الفاظ مباہلین کے لئے جن میں میرے بھائی اور دوسرے احمدی شامل ہونگے۔ میں نے تجویز کئے ہیں۔ اس عبارت پر مشتمل ہیں۔

"ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر اللہ تعالے کا عذاب نازل ہو۔ اگر ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کامل یقین نہ رکھتے ہوں۔ آپ کو خاتم النبیین نہ سمجھتے ہوں۔ آپ کو افضل الرسل نہ یقین کرتے اور قرآن کریم کو تمام دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آخری شریعت نہ سمجھتے ہوں"۔

(الفضل ۱۶ اکتوبر)

جب اس اخبار میں جس کا فقرہ اظہر صاحب نے نقل کیا ہے۔ یہ الفاظ موجود ہیں۔ جو مباہلہ کے وقت میں اور میرے بھائی اور دیگر احمدی کہیں گے۔ تو کس طرح کوئی عقلمند اس فقرہ کے یہ معنے کر سکتا ہے۔ کہ میں نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے۔

دوسروں کی تحریروں میں غلطی کا امکان۔

میں نے جو بات کہی ہے۔ صرف یہ ہے۔ کہ ہر جماعت میں بعض لوگ جہالت کی وجہ سے یا بعض منافق جماعت کو بدنام کرنے کے لئے ایسے امور شائع کر دیتے ہیں۔ یا بیان کر دیتے ہیں۔ جو

اسں جماعت کے عقائد کے خلاف ہوتے ہیں اگر جماعت کو اطلاع ہوتی ہے۔ تو وہ ان کی تردید کر دیتی ہے۔ پس چونکہ دوسروں کی تحریروں میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ اس لئے حجت صرف بانیٔ سلسلہ کی تحریروں سے پکڑی جا سکتی ہے اور یہ ایسی بات نہیں۔ جو جماعت احمدیہ سے مخصوص ہو۔ ہر جماعت کا یہی حال ہے۔ کوئی قوم بھی نہیں کہہ سکتی۔ کہ ہمارے ہر مصنف یا خطیب کی تحریر یا بات قابل قبول ہے۔ اور اس وجہ سے تمام فرقے قابل حجت صرف اپنے سلسلہ کے بانی کی کتب کو تسلیم کرتے ہیں۔ یا ایسے آئمہ کو جن کو وہ خالی از خطا سمجھتے ہوں۔ اور اس بحث میں نہیں پڑتے۔ کہ بعض اور قابل اعتبار۔ علماء بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً مسلمان غیر قوموں سے بحث کے وقت صرف قرآن کریم پر انحصار رکھتے ہیں۔ دوسری سب کتب کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ صحیح ہونگی۔ تو تسلیم کریں گے۔ ورنہ نہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ لیا جائیگا کہ مسلمانوں کے نزدیک سب بزرگوں نے جھوٹ بولا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) مثال کے طور پر یہ بات لے لیجئے۔ کہ مظہر علی صاحب جس فرقہ سے یعنی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی عیسائی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو (نعوذ باللہ من ذالک) لوگوں سے ڈر کر خدا تعالےٰ کے احکام چھپا لیا کرتے تھے۔ اور اس کی تائید میں وہ اظہر صاحب کے ہم مذہبوں کی معتبر کتاب تفسیر صافی کا حوالہ صفحہ ۱۶۷ سے دے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حضرت علی رضؓ کی ولایت کے اعلان کا حکم ہوا تو آپؐ نے نعوذ باللہ من ذالک لوگوں سے ڈر کر اس حکم کو چھپا دیا۔ تو اب بتائیں۔ کہ ایک مسلمان کے لئے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ وہ کہے کہ اظہر صاحب یا ان کے ہم مذہبوں نے اگر غلطی کی ہے۔ تو اسلام اس کا ذمہ وار نہیں ہمارے لئے تو قرآن کریم حجت ہے۔ اور وہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ انک لعلیٰ خلق عظیم کہ سب اعلےٰ اخلاق بہ کمال تیرے اندر پائے جاتے ہیں۔ پس قرآن کریم کی اس شہادت کے بعد ہم ایسی خرافات کو کب تسلیم کر سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے خوف کھا کر احکام آلہی چھپ لیتے تھے خواہ یہ قول احرار کے سیکرٹری کا مذہب ہو یا اس کی جماعت کا۔ یا مثلاً اگر کوئی کینہ ور دشمن یہ اعتراض کرے۔ کہ مسلمانوں نے یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک قرآن کریم محرف و مبدل ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ مجلس احرار کے سیکرٹری مسٹر مظہر علی صاحب اظہر کا جس فرقہ سے تعلق ہے۔ ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر رضؓ حضرت عمر رضؓ وغیرہم کو قرآن کریم بطور امانت دیا گیا تھا۔ حرفوہ و بدلوہ انہوں نے نعوذ باللہ من ذالک اس میں تحریف کر دی۔ اور اسے بدل دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ (نعوذ باللہ من ذالک) منافق ہو گئے تھے۔ لقد نافقاقبل ذالک وردا اعلیٰ اللہ (فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۶۱ و ۶۲) تو اب ایک غیرت مند مسلمان سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہے۔ کہ احرار کے سیکرٹری کا خواہ کچھ مذہب ہو۔ ہم پر قرآن حجت ہے۔ جب وہ کہتا ہے۔ کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور اسی طرح جب قرآن کریم السابقون الاولون کی تعریف کرتا ہے۔ اور انہیں ہمارے لئے نمونہ قرار دیتا ہے۔ تو جو شخص برا کہتا ہے وہ اسلام کے خلاف کہتا ہے۔ اور چونکہ قرآن کریم کے سوا اور اس قول کے سوا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوا اور کوئی قول مسلمانوں پر حجت نہیں۔ اس لئے ہم ان حوالوں کو کوئی وقعت نہیں دیتے تو اب بتائیں۔ کہ کیا اس کے یہ معنی ہونگے کہ ایسا شخص سب آئمہ اسلام کو قرآن کریم کے خلاف چلنے والا کہتا ہے۔ بہر حال جب سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات کا ذکر ہو گا۔ تو حجت صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں ہونگی۔ باقی باتوں سے ہم اختلاف کر سکتے ہیں۔ پس جو کچھ میں نے لکھا۔ درست لکھا۔ اور اظہر صاحب کا اعلان محض فساد اور لوگوں کو بھڑکانے کی نیت سے ہے۔

آخر میں مَیں پھر مسلمانوں کے فہمیدہ طبقہ سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ احرار کو مجبور کریں۔ کہ وہ شرائط کا تصفیہ کر کے مسلمہ فریقین تاریخ پر احمدیوں سے مباہلہ کریں۔ اور اس قسم کی اشتعال انگیزی اور غلط بیانی سے پرہیز کریں۔ جو انہوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ تا حق اور باطل میں فرق ہو۔ اور خدا تعالےٰ کا جلال ظاہر ہو۔ آمین و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

خاکسار:۔ **مرزا محمود احمد**

(خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ)

۷ نومبر ۱۹۳۵ء

بقیہ صفحہ ۴

دوسرے سال جب مَیں آیا۔ تو مَیں مسجد مبارک کے دروازے میں کھڑا تھا۔ اور حضرت کے گرد گرد لوگ کھڑے تھے۔ آپؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور فرمایا۔ میر صاحب آ گئے آ جائیں۔ القصہ ہر شخص یہی سمجھتا تھا۔ کہ حضرت کو سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہے۔ چونکہ حضرت نے مجھے حکم دے دیا۔ تو میں بھی حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ مصافحہ کیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ اب کے بھی کچھ لائے ہو عرض کیا۔ کہ حضورؑ مجھے عادت ہی ہو گئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ اچھا جلسہ میں سنانا۔ عرض کیا۔ حضور یہاں ہی کیوں نہ سناؤں۔ آپؑ خاموش ہو گئے۔ مگر نہ کیا۔ جب آپؑ عصر کی نماز میں تشریف لائے۔ تو میں نے وہ نظم سنا دی۔ اور پھر وہ جلسہ میں بھی پڑھی گئی۔

پھر تیسرے جلسے پر بھی میں نے اپنی ایک تیسری نظم پڑھی۔ الغرض میری بچپن کی دعا۔ کہ اے خدا مسیح اور مہدی کا دیدار کرائیو۔ خدا نے قبول فرمائی۔

فالحمد للہ علےٰ ذالک

(قیامت نامہ کو پڑھ کر مجھے آرزو ہوتی تھی کہ خدا مہدی کی زیارت کروائیو) مجھے بولنا نہ آتا تھا۔ میں مولوی نہیں۔ پانچویں فیل۔ اب کچھ کیوں ہوا؟ صرف حضرت مسیح موعودؑ کا تیرہ دن پس خوردہ کھاتا تھا۔ کہ میں اب کچھ بن گیا۔

ضروری اعلان

میں چونکہ اب تک کمزور ہوں۔ نیز نیشنل لیگ کا کام بھی ان دنوں بہت بڑھ گیا تھا۔ اور مجھے زیادہ وقت نیشنل لیگ میں صرف کرنا پڑا۔ اس لئے الحکم کا یہ نمبر باوجود میری خواہش کے صرف بارہ صفحے کا شائع ہوا۔ اور وہ بھی دو نمبروں کا مجموعہ بنانا پڑا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ سال میں جس قدر اس سال کمی رہی ہے۔ اسکو پورا کر دیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

(محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان)

بقایا دار احباب اپنا بقایا صاف کریں

میں کیونکر احمدی ہوا

از جناب ابو محمد علیخان صاحب افغان شاہجہانپوری

میری عمر قریباً ۱۰ برس کی ہو گی۔ جب میں نے مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین کے پاس براہین احمدیہ دیکھی۔ میری نظر اس اشتہار پر پڑی۔ جو بڑے موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ گو میں اس وقت پڑھ کر سمجھ نہ سکتا تھا۔ لیکن مجھے کتاب سے از حد محبت ہو گئی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا۔ اس کتاب کی کیا قیمت ہے۔ حضور نے جواب میں لکھا۔ کہ دس روپیہ ہے۔ میرے بڑے بھائی الحکم منگایا کرتے تھے۔ میں اسکی سرخی دیکھ کر بہت متحیر ہوتا (خدا کی تازہ وحی) ایک روز ہمارے گھر کے نیچے سے حافظ سید علی میاں صاحب جو حافظ سید مختار احمد صاحب کے والد تھے جا رہے تھے۔ میں نے دوڑ کر ان کو سلام کیا۔ اور میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے۔ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔ کیا واقعی یہی سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو گا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے وقت نور اسلام مغرب سے چمکے گا۔ ابتدا ء عمر سے مجھے قادیان دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ جب میں سیالکوٹ کی چھاؤنی نائنتھ لانسرز (9th Lancers) میں ملازم تھا۔ اس وقت حضرت صاحب نے کشتی نوح لکھی تھی۔ سیالکوٹ میں حافظ عبدالعزیز صاحب ایجنٹ سنگر کمپنی کے ہاں شام کے وقت میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ وہاں روزانہ کسی نہ کسی مسئلہ پر بحث ہوا کرتی تھی۔ میں سنا کرتا تھا۔ اکثر لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ خدا کی شان میرے منہ سے کوئی کلمہ خلاف رد کبھی نہیں نکلا۔ اسی زمانہ میں صدر بازار کی مسجد کے متولیوں سے مقدمہ بازی شروع ہو گئی۔ وہاں ایک مولوی صاحب رہتے تھے۔ جن کا نام مولوی مبارک علی صاحب تھا۔ ان سے میں نے ایک روز دریافت کیا۔ کہ امام مہدی کا حدیث میں حلیہ کیا لکھا ہے۔ انہوں نے مجھے صحیح بخاری شریف سے وہ حدیث دکھائی۔ جہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا حلیہ سرخ رنگ اور حضرت امام مہدی کا حلیہ گندم گوں اور بال سیدھے لکھا ہے۔ مجھے اطمینان ہوا۔ میرے پاس اکثر احمدی احباب پہلے آیا کرتے تھے۔ جن میں مولوی عبدالعزیز صاحب گوہد پوری تھے۔ اُن کو سیالکوٹ کے لوگ قادیانی مشین کہا کرتے تھے بڑے جوشیلے اور نہایت اچھے آدمی تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت کرے۔ دوسرے صاحب مولا بخش صاحب بوٹ فروش تھے۔ (آج کل پیغامی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔) یہ دونوں صاحب مجھے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے سُنا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا منع کر دیا ہے۔ میں نے حافظ عبدالعزیز صاحب احمدی سے شکایت کی۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ نماز تو ایک ہی ہے۔ پھر یہ دو رنگی کیسی۔ حافظ صاحب نے مجھے سمجھایا۔ کہ آپ کھڑے ہو جائیں۔ ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ان لوگوں کے پیچھے نماز منع کی گئی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کے مولویوں نے ہم پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ میں ہر وقت دعا میں لگا رہتا اور مسائل کے سمجھنے کی فکر میں رہتا۔ ایک روز مجھے خیال آیا۔ کہ نماز کہاں پڑھنی چاہیئے۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ میں صدر بازار کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کی غرض سے گیا ہوں وہاں نماز ختم ہو گئی ہے۔ پیچھے چند لوگوں نے کہا۔ کہ دیکھو وہ میدان میں نماز ہو رہی ہے۔ تم وہاں جاؤ۔ نماز مل جائیگی۔ میں وہاں پہنچا تو وسیع میدان تھا۔ جس میں کثرت سے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ احمدی جماعت ہے۔ اب مجھے قادیان جانے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اور میں ۱۹۰۲ء موسم گرما میں ڈلہوزی گیا۔ وہاں سے واپسی پر قادیان پہنچا۔ اسباب مہمانخانہ میں رکھا۔ اور چھوٹی مسجد میں عصر کی نماز ادا کرنے گیا۔ نماز کے بعد حضرت اقدس سے مصافحہ کیا۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ اس وقت میں نے حضرت اقدس کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت اقدس نے مجھے دیکھ کر حکیم مولوی فضل الدین صاحب کو حکم دیا۔ کہ ان کو ایام الصلح اور برکات الدعا دو۔ اور ایک جلد حقیقت الوحی کی مجھے دی گئی۔ میں جوں جوں ان کتابوں کو پڑھتا تھا میرا ایمان بڑھتا گیا۔ اس کے بعد میں حضرت مولوی نور الدین صاحب سے ملا۔ مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا۔ اسکول کے احاطہ میں آیا۔ تو مجھے ایک خوبصورت نوجوان ملا۔ یہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب تھے۔ جو اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام میں ہیڈ ماسٹر تھے مجھے نہایت اخلاق سے ملے۔ جب میں اپنی ملازمت پر راولپنڈی واپس آیا۔ تو جو کچھ میں نے چند روز قادیان رہ کر اپنی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔ اس سے تبلیغ شروع کی۔ اس وقت میرے پاس ایک نوجوان آیا کرتے تھے۔ میں نے ان کو تبلیغ شروع کی۔ بفضلہ تعالےٰ وہ سارا خاندان احمدی ہو گیا۔ یہ خاندان قریباً عیسائی ہو چکا تھا۔

اور اب تک دین کی خدمت میں مصروف ہوں۔ والسلام۔

"تلخ ہے احرار کا جامِ شرابِ زندگی"

کسقدر حسرت فزا ہے انقلاب زندگی
شمع جاں کو آخری دم سے ہی تحصیل فروغ
بعد مُردن داغ حسرت کو سمجھتے ہیں چراغ
دیدۂ پرنم کو سیلِ اشک دیتا ہے فریب
آہ عبرت! آہ عبرت! ہر کمالے را زوال
حق و باطل جلوہ آرائے نظام کائنات
کذب و تلبیس و دغا کا ہے سدا انجام بد
انتقامِ فطرت اب تک کیوں نہیں آتا نظر

تلخ ہے احرار کا جام شراب زندگی
یہ سمجھتے ہیں رمق کو پیچ و تاب زندگی
آہ! تربت کا دیا ہے آفتاب زندگی
بحر آتا ہے نظر اس کو سراب زندگی
موت سے بھی سخت تر نکلا حساب زندگی
زندگی کا یہ گہر ہے وہ حباب زندگی
موت ہے ان وادیوں میں ہمرکاب زندگی
دیکھ لیں احرار اوراق کتاب زندگی

(خاکسار قریشی محمد صادق شبنم بی۔ اے سرحدی)

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(مینجر)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک جدید کا پر اخلاص و پر جوش خیر مقدم

چوبیس گھنٹے کے اندر اندر پانچ ہزار تین سو چھتیس روپیہ کے وعدے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سال کے لئے چندہ تحریک جدید کے لئے مالی قربانی کا اعلان ۱۵/ نومبر ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا ہے۔ احمدی احباب کو چاہیئے۔ کہ جہاں تک جلد ممکن ہو اپنے وعدے حضور کی خدمت میں پیش فرمادیں۔ چونکہ اس سال گذشتہ سال سے بھی زیادہ سرگرمی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ احباب گذشتہ سال سے زیادہ قربانی کریں۔ جن مخلصین نے گذشتہ سال اس تحریک میں حصہ لیا۔ ان کو اب پہلے سے بھی زیادہ قربانی کرکے ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مومن کا قدم آگے ہی آگے پڑتا ہے۔ اور وہ پیچھے ہٹنا نہیں جانتا۔ اور جو احباب گذشتہ سال حصہ نہیں لے سکے ان کو اس سال گذشتہ سال کی بھی تلافی کرتے ہوئے بڑھ کر حصہ لینا چاہیئے +

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے تحریک فرمانے کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ۵۳۳۶ کے وعدے حضور کی خدمت میں پیش ہو چکے ہیں۔ اور قادیان کے احباب بڑھ بڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ خود حضور نے ایک ہزار چونتیس روپیہ کی گراں قدر رقم اس چندہ میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو گذشتہ سال کی ادا کردہ رقم سات سو بیس روپیہ کے مقابلہ میں ڈیوڑھی ہے۔ اور جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ۳۰۱۔ حضور کی طرف سے ۳۰۱۔ دسش احمدی غربا کی طرف سے ۳۱۰۔ سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ کی طرف سے ۶۱۔ سیدہ سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی طرف سے ۶۱۔

(فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

احمدیہ انٹرکالجیئٹ ایسوسی ایشن لاہور کے ممبران قادیان میں

۱۴/ نومبر احمدیہ انٹرکالجیئٹ ایسوسی ایشن کے نوجوان قادیان پہونچے۔ ہر ایک ممبر کے کوٹ پر ایسوسی ایشن کا خوبصورت بیج لگا ہوا تھا۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ قافلہ کے امیر تھے۔ ممبران کے لئے قادیان تک گاڑی کا ایک ڈبہ مخصوص تھا۔

۱۵/ نومبر صبح کی نماز کے بعد ممبران مقبرہ بہشتی میں گئے۔ جہاں حضرت مولوی شیر علی صاحب کی معیت میں دعا کی۔ شام کو تعلیم الاسلام ہائی سکول سے ہاکی کا ایک میچ کھیلا گیا۔

۱۶/ نومبر آٹھ بجے صبح حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ممبران کو ٹی پارٹی دی۔ مولوی عبدالوہاب صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلباء کی طرف سے حضرت مفتی صاحب کا شکریہ ادا کیا حضرت مفتی صاحب نے طلباء کو نصائح فرمائیں۔ اور ملک بشیر احمد صاحب نے جو حال ہی میں امریکہ سے تشریف لائے ہیں۔ مغربی تہذیب کے متعلق دلچسپ تقریر کی۔ شام کو مولوی محمد یار صاحب عارف مولوی فاضل مبلغ انگلستان کے اعزاز میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک شاندار ٹی پارٹی دی جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی شرکت فرمائی۔ میاں عبدالوہاب صاحب عمر نے انگریزی میں ایڈریس پیش کیا جس میں مولوی محمد یار صاحب عارف کی انگلستان میں اسلامی خدمات کا ذکر کیا۔ جواب میں مولوی صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ اور قیام انگلستان کے حالات سنائے۔ آخر میں امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تقریر فرمائی۔

۸ بجے بعد نماز مغرب مسجد اقصےٰ میں ایک پبلک جلسہ کیا گیا جس میں ملک بشیر احمد صاحب نے اپنے انگلستان اور امریکہ کے سفر کے دلچسپ حالات انگریزی زبان میں سنائے۔ اور مولوی محمد سلیم صاحب نے ہستی باری تعالیٰ پر تقریر کی۔

۱۷/ نومبر اتوار کی صبح کو جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ نے احمدیہ انٹرکالجیئٹ ایسوسی ایشن کو مشترکہ ٹی پارٹی دی۔ ایڈریس پڑھا۔ سکرٹری صاحب ایسوسی ایشن نے جواب میں تقریر کی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر بھی تقریر فرمائی۔

۱۱½ بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے طلباء کو ملاقات کا شرف بخشا۔ اور قریباً ایک گھنٹہ گفتگو فرماتے رہے۔ اور طلباء کے سوالات کا جواب دیتے رہے۔ ایسوسی ایشن نے قیام قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول سے فٹ بال۔ ہاکی۔ اور والی بال کے میچ کئے۔

۱۷/ کی شام کو ایسوسی ایشن کے ممبر لاہور واپس روانہ ہو گئے۔

الحکم کی اشاعت کو بڑھانا ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ احباب کوشش کریں (منیجر)

قابل توجہ موصیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضمیمہ الوصیت میں وصیت کو دو اخباروں میں شائع کرانا موصی کے لئے ضروری قرار دیا ہے لیکن ۱۹۲۵ء سے پہلے کے موصیوں نے وصایا کو اخباروں میں شائع نہیں کیا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔ اور بغیر اس کے بعض دفعہ وصیت کا مال وصول کرنے میں دقتیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے اس اعلان کے ذریعہ تمام موصیوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ وہ جلد سے جلد اپنی وصایا کو اخباروں میں شائع کرائیں۔ چونکہ یہ کام فرداً فرداً ہر شخص کے لئے مشکل ہے۔ اس لئے مجلس نے اس کے لئے عہ دو روپے آٹھ آنے فی وصیت مقرر کر دئے ہیں۔ پس ہر موصی کو عہ جلد سے جلد خزانہ صدر انجمن میں ارسال کر دیں۔ تاکہ ان کی طرف سے اعلان کرایا جاسکے۔ جن موصیوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ ان کے سرٹیفکیٹ منسوخ کر دئے جائینگے۔ اگر کسی نے اعلان کرایا ہوا ہو۔ تو ان اخباروں کا حوالہ ارسال کر دیں

سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

۵/۱۱

فیصلہ مجلس مشاورت ۱۹۳۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے مشاورۃ ۱۹۳۵ء میں احباب کے مشورہ سے یہ فیصلہ فرمایا ہے "کہ جن موصیوں نے جائیداد کی وصیت کی ہوئی ہے۔ ان کی اس جائیداد کی آمدنی کے علاوہ باقی ہر قسم کی دوسری آمدنیوں پر ان کو حصہ آمد ضرور ادا کرنا چاہیئے" یعنی ان کو ماہوار آمدنی کی بھی وصیت کرنی چاہیئے۔ اس وقت اس فیصلہ کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے لیکن احباب نے اس فیصلہ کی تعمیل کی طرف توجہ نہیں کی۔ چونکہ اس فیصلہ کی تعمیل ضروری ہے اس لئے ایسے احباب کو جلسہ سالانہ تک حصہ آمد کی وصیت کر دینی چاہیئے۔ ورنہ پھر ایسے موصیان کے نام مجلس کارپردازمیں سرٹیفکیٹ کی منسوخی کے لئے پیش کر دئے جائینگے۔

سکرٹری بہشتی مقبرہ

قادیان - ۱۱/۵/۳۵

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔